نومبر
2024ء

اَللّٰھُمَّ انْصُرِ
الْاِسْلَامَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ
فِیْ کُلِّ مَکَان

حِکْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 18 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران) | جمادی الاولیٰ: 1446ھ

شمارہ : 11 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) | نومبر : 2024ء

ISSN : 2305-6231

ماهنامه

حکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبد اللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور: ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 800 روپے | معمول کا شمارہ: 80 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو: فکر اقبال کو زندہ کرنا فوری کرنے کا کام	3	انجینئر مختار فاروقیؒ	6
قرآن کریم کا ترجمہ ومختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقیؒ	13
تربیتِ اہل خانہ--اسلامی اقدار کی روشنی میں	5	انجینئر عبداللہ اسماعیل	26
اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیت واِفادیت (7)	6	مولانا امین عزیز بھٹی	41
غزہ کی جنگ ــــ نئی عالمی جنگ کے خدشات	7	محمد منظور انور	48
عورت، اقبال کی نظر میں	7	پروفیسر خداقت انوار الحق	53
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ﷺ است	8	عبداللہ ابراہیم	57

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہرماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبد السمیع حفظہ اللہ

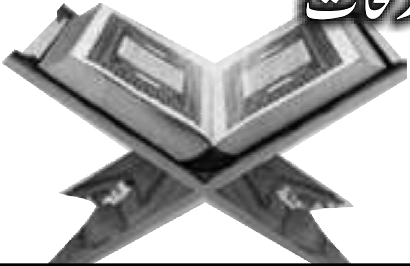

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ	آیات
سورة البقرة	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	284-283

وَ اِنۡ كُنۡتُمۡ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمۡ تَجِدُوۡا كَاتِبًا

اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز) لکھنے والا نہ مل سکے

But if you are traveling And you cannot find a scribe.

فَرِهٰنٌ مَّقۡبُوۡضَةٌ

تو (کوئی چیز) رہن یا قبضہ رکھ کر (قرضہ لے لو)

Then a pledge in possession will work.

فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا

اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرضہ دے دے)

Well, if one of you entrusts the other

فَلۡيُؤَدِّ الَّذِى اؤۡتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

تو امانتدار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے

Then, the trustee must deliver the pledge to its owner.

And he must fear Allah, his Lord.

وَ لَا تَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ

اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا

And don’t conceal the testimony.

وَ مَنۡ يَّكۡتُمۡهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلۡبُهٗ

اور جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گنہگار ہو گا

And whoever conceals it, Indeed his heart is sinful.

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ﴿۲۸۳﴾

اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے

And Allah knows whatever you do.

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے

All that is in heavens and so all on earth belongs to Allah alone.

وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ

تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو گے تو اور چھپاؤ گے تو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا

Whether you expose, what is in you mind Or you keep it secret:
Allah will call you to account, concerning it.

فَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ

پھر وہ جسے چاہے مغفرت کرے اور جسے چاہے عذاب دے

Then, He will pardon anyone he likes,
And He will (be able to) punish anyone, He wills.

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۸۴﴾

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

And Allah has power to do everything.

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ :

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

مَا الْإِیْمَانُ؟

ایمان (یعنی ایمان کی علامت) کیا ہے؟

قَالَ: اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَ سَائَتْكَ سَیِّئَتُكَ

آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں تمہارے نیک کام سے خوشی ہوتی ہو اورتمہاری برائی سے تمہیں تکلیف ہوتی ہو

فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ

توتم ایمان والے ہو

قَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ، فَمَا الْإِثْمُ؟

آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! تو گناہ کیا ہے؟

قَالَ: اِذَا حَاكَ فِی نَفْسِكَ شَیْءٌ فَدَعْهُ

آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی چیز تمہارے جی (ضمیر) میں کھٹکے (وہ گناہ ہوسکتی ہے) لہٰذا تم اس کو چھوڑ دو

(مشکاۃ المصابیح)

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

فکرِ اقبال کو زندہ کرنا ــــــ فوری کرنے کا کام ہے

انجینئر مختار فاروقیؒ
(از حکمت بالغہ نومبر 2016ء)

علامہ اقبال رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کے فکر کا تذکرہ ایک کثیر الجہت اور کثیر الاطراف موضوع ہے۔ قیامِ پاکستان (1947ء) کے بعد جیسے جیسے وقت گزرا ہے علامہ اقبال کے فکر پر قلم اُٹھانے والوں نے اکثر اپنے مزاج اور ذوق کے مطابق کسی ایک پہلو کا ہی ذکر کیا ہے۔ مزید براں 1960ء کے عشرے میں سیاسی حالات کچھ اس رُخ پر آگے بڑھے کہ 1971ء میں سقوطِ ڈھاکہ کا سانحہ پیش آ گیا۔ اس کے بعد بھی اگرچہ یومِ اقبال کی تقریبات (ان کی پیدائش اور وفات کے دن کے حوالے سے) ملک بھر میں اور بیرونِ ملک منعقد ہوتی رہیں مگر پاکستان کے قیام کا مقصد، دوقومی نظریہ اور فکرِ اقبال کے ملّی اور دینی گوشے نگاہوں سے اوجھل ہوتے چلے گئے اور علامہ اقبال ہمارے صرف قومی شاعر کی حیثیت سے ایک 'نمائشی' شخصیت کے طور پر ذہنوں میں رہ گئے۔ اگرچہ 'ایوانِ اقبال' کی تعمیر کا مرحلہ بھی صدر ضیاء الحق کے دور میں سَر ہوگیا مگر اس ادارے (اور علامہ اقبال کے نام سے منسوب دوسرے تمام اداروں) کا جو حال پچھلے تین عشروں میں ہمارے ہاں ہوا ہے وہ ملت اسلامیہ پاکستان کے دینی اور ملّی جذبات کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے۔ پاکستان کی خالق جماعت 'مسلم لیگ' جسے علامہ اقبال اور قائداعظم کے افکار کا چلتا پھرتا نمونہ ہونا چاہیے تھا وہ جماعت اب اپنے ماضی کو بھول کر 'لبرل پاکستان' کا

نعرہ لگا رہی ہے اور 2015ء سے یومِ اقبال کی چھٹی بھی منسوخ کر دی گئی ہے۔

پاکستان میں سرکاری سطح پر سیاسی، علمی اور تعلیمی میدان میں جس طرح علامہ اقبال کو ’دیس نکالا‘ دیا گیا ہے وہ مغربی تہذیب کی عالمگیریت کے ماحول میں پاکستان اور اس کے حکمرانوں کی مغرب کی ذہنی، فکری، معاشی، تہذیبی اور نظریاتی غلامی کا پتہ بھی دیتی ہے اور حکمرانوں کی مجبوریوں کی ’بے زبانی‘ کی زبان میں سب کچھ بیان کر رہی ہے۔ مگر —— یہ سارا منظر نامہ ملک خداداد پاکستان کی نظریاتی اساس اور علامہ اقبال کی فکر کے مطابق پاکستان کی تعمیر کر کے اس کو ’میرے درویش خلافت ہے جہاں گیر تری‘ کا مصداق بنا دینے کے اعتبار سے حوصلہ شکن ہی نہیں مایوس کُن ہے۔

اس ماحول میں ملک کے اہلِ قلم اور اہلِ علم حضرات بھی علامہ اقبال کو ایک آفاقی شاعر اور ملتِ اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ کے نقیب کی حیثیت سے اُجاگر کرنے کی بجائے ان کے کلام کے فنّی اور زبان دانی کے پہلوؤں پر خامہ فرسائی کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔ درآں حالیکہ کلامِ اقبال جس نے بھی پڑھا ہے اُسے معلوم ہے کہ علامہ اقبال شکوہ کناں ہیں کہ

ع مرا یاراں غزل خوانے شمردند

ترجمہ: میرے دوستوں نے مجھے غزلیں پڑھنے اور گانے والا سمجھا ہے۔

انھوں نے اپنا کام اُمت مسلمہ کو غلامی سے نجات دلا کر دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تربیت دینا بتایا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے:

نغمہ کُجا و من کُجا ، سازِ سُخن بہانہ ایست
سُوئے قطار می کَشم ناقۂ بے زمام را

ترجمہ: شاعری (روایتی شاعروں کی شاعری) کہاں؟ اور میں کہاں؟ شعر گوئی تو ایک بہانہ اور بات کہنے کا دل پذیر انداز ہے۔ دراصل میں دو صدیوں کی غلامی کی وجہ سے منتشر مسلمان اُمت کو ایک قطار میں لا کر منظّم کر رہا ہوں یعنی جماعت اور حزبُ اللہ تشکیل دینا چاہتا ہوں۔

ہماری درسگاہوں میں مغربی جامعات کے فارغ التحصیل ڈاکٹرز اور پی ایچ ڈی پروفیسرز حضرات بھی کیا کریں، انھیں مغرب میں پڑھایا ہی یہی کچھ جاتا ہے اور برتن میں جو کچھ

ہوتا ہے وہی چھلکتا ہے۔ آزادروی، لبرل ازم، سیکولر خیالات، بے حیائی اور حیوانیت ہی مغربی تہذیب اور فکر کے نمونے ہیں۔ ملت اسلامیہ کا درد اور اسلام کا مستقبل یا انسانیت کی فلاحِ دارین کے عنوانات کہاں سے ذہن میں آئیں۔ جہاں ڈارون، فرائڈ، ژاں پال ساترے اور دیگر جدید سیکولر فلسفی، فلمی ستارے اور پاپ سنگرز کے مروّجہ خیالات پاؤں کی زنجیر بن چکے ہوں۔ بقول علامہ اقبال

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

جس مغربی علمی ماحول میں 'ملالہ' جیسی کم عمر لڑکی کے نام سے کسی کرائے کے اہل قلم سے "I AM MALALA" لکھوا کر عالمی علمی ایوارڈ دلوائے جا رہے ہوں اس علمی دنیا سے ڈاکٹریٹ کی علمی ڈگریاں 'ملالہ' کے پس منظر میں اپنی ساری افادیت اور علمیت کا بھانڈا پھوڑ رہی ہیں۔ مغربی فکر اور کلچر کے گن گاؤ وہ کسی دوسرے سے بھی کتاب لکھوا کر تمہارے نام سے تمہیں ڈگری دلا دیں گے اور اپنے ملک میں واپس بھیج کر کسی یونیورسٹی میں اہم عہدے پر APPOINT بھی کرا دیں گے (ایسا کرا دینا امریکی یا یورپی سفارت خانے کے عام اہلکار کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے)۔

بیسویں صدی کے آغاز میں مسلمانوں کا علمی معیار اُردو، فارسی اور عربی میں بہت اعلیٰ تھا اسی لیے کلامِ اقبال کا فہم بھی عام تھا اور فکر کو بھی لوگ سمجھتے تھے۔ آج ایک صدی بعد انگریزی تو پرائمری لیول سے نصاب کا حصہ ہے جبکہ ہمارے نوجوانوں کی اُردو فہمی نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ فارسی اور عربی تو بالکل مفقود ہے۔ پھر ایک صدی قبل میڈیا (الیکٹرانک اور پرنٹ) آج کی طرح نہیں تھا لہٰذا عام مسلمان بھی خاندانی روایت اور اسلامی روایات کا زیادہ جاننے والا تھا۔ چاہے دیہاتوں میں لوگ سیف الملوک، قصہ یوسفؑ و زلیخا اور داستانِ امیر حمزہؓ سنتے تھے مگر اس میں عوام کے علم میں اضافے کے ساتھ اخلاقی تربیت اور ذہن سازی کا پہلو بھی اہم تھا۔ آج میڈیا نے ان روایتی تعلیمی روایات کی جگہ لے کر اس پہلو کو غارت کر دیا ہے۔............

آج سے ایک صدی قبل کلامِ اقبال سے جذبہ پا کر علی گڑھ کے نوجوانوں نے اسلام کا جھنڈا اُٹھایا اور پاکستان حاصل کر لیا۔ اگر آج ہم 'فکرِ اقبال' کو ایک زندہ حقیقت بنا دیں____ تو

کیا عجب کہ اس سے مسلمان پھر بیدار ہو جائیں اور آج کا نوجوان اسلام کا جھنڈا اُٹھا کر اسلام کی برکات کو روئے ارضی کے کناروں تک پہنچا دے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے ہاتھوں عالمگیر درویش خلافت کا قیام ایک شدنی امر ہے اور یقیناً ایسا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں اس 'نیکی کے کام' میں اپنا بھرپور حصہ ڈالنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا فکر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا نقیب ہے اور مکمل فکر ہے۔ علامہ اقبال عصر حاضر میں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو اسلام سے روشناس کرانے اور اسلام کی تعلیمات کو بلاکم وکاست پیش کرنے والے واحد (UNIQUE) مصلح اور مجدّد ہیں۔ انھوں نے جدید تعلیم یافتہ حضرات کے قلب و دماغ پر اسلام سے بے رُخی، مغربی افکار کی بالادستی، اَسلاف سے بیزاری اور بے راہ روی و دین فراموشی کے اثرات کو یکسر ختم کر دیا۔ سرسیّد احمد خان کے افکار سے علی گڑھ کے دبستان کے فیض یافتہ حضرات ابتداء میں سرسیّد ہی کے فکر کے خول میں بند اور اسی کے مدّاح بن گئے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوبی ایشیا، بلکہ وسطی ایشیا ـــــ ایران، افغانستان اور بعض روسی ریاستیں جہاں فارسی بولی اور سمجھی جاتی ہے، کے مسلمانوں میں عصر حاضر کے تقاضوں اور رُوحِ عصر کو اپنے اندر اُتارنے کے تقاضوں کے ساتھ اسلام کی حقیقی، عالمی اور انقلابی تعلیمات کو دل ونگاہ سے قبول کر کے آگے بڑھنے کے لیے علامہ اقبال جیسا 'مجدد' پیدا کر دیا اور انھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات کو عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتہ بنا کر علی گڑھ کے نوجوانوں کو ایسا مسحور کر دیا کہ ان کے لیے اس سے پہلوتہی کا کوئی راستہ نہ تھا۔ علامہ اقبال کے کلام نے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں کے تاروں کو قرآن مجید کے مضراب سے ایسا چھیڑا کہ وہ بے خود ہو گئے اور پوری مسلمان قوم پر وجد اور حال طاری ہوگیا۔ سب کی زبان پر 1940ء کی دہائی میں 'پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ' کا نعرۂ مستانہ بلند ہوگیا۔

افسوس کہ قوم اس 'حال' سے جب سنبھلی تو قائداعظم محمد علی جناح اور خان لیاقت علی اور مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہم کی رحلت کے بعد ملک امریکی جال میں پھنس کر عالمی صہیونی طاقتوں

کے پاس گروی رکھا جاچکا تھا۔اس کینسر کی علامات یہ تھیں کہ بظاہر ترقی ہو رہی تھی، سڑکیں اور ڈیم بن رہے تھے ایوب خان کا مارشل لاء تھا مگر درحقیقت قوم اپنے مقصدِ حیات سے دور ہو رہی تھی۔ ٹی وی آ گیا، مغربی افکار، مغربی اِمداد، انٹر کانٹی نینٹل ہوٹلوں کی چین، ملٹی نیشنل کی مصنوعات، (7upوغیرہ) پھر مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا وہ دن اور آج کا دن اسلام دشمن عالمی طاقتوں کی گرفت مضبوط ہوتی گئی، اسلام اور فکرِ اقبال کے اثرات تحلیل ہوتے گئے حتیٰ کہ بظاہر بعض بناوٹی اقدامات کے علی الرغم حکومتی اور ملکی سطح پر اب حکمران برملا پاکستان کو ایک لبرل ملک اور سیکولر ملک بنانے کے عزم کا اظہار کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال جیسے محسن سے ایسی دشمنی کہ ان کے افکار کو تعلیمی میدان اور ثقافتی میدان سے یکسر کھرچ کر ختم کر دیا گیا ہے اور چند سالوں سے یومِ اقبال (9 نومبر) کی تعطیل کی علامتی یادگار بھی ختم کر دی گئی ہے۔ نامعلوم کون سے نادیدہ ہاتھ ہیں اور غیر مرئی قوتیں ہیں جو یہ سب کچھ کرا رہی ہیں۔ یہ ایک راز شاید کبھی سامنے آ ہی جائے مگر قوم لبرل ازم کی دلدل میں گر کر مر چکی ہو گی تب یہ راز کھلا اور اس کا مداوا ہوا تو کس کام کا۔

نصابِ تعلیم سے فکرِ اقبال نکال دیا جائے اور نہ صرف یہ بلکہ علامہ اقبال کے نام پر جتنے ادارے ہیں ان کا حال اتنا ناگفتہ بہ ہے کہ بیان نہ کیا جا سکے۔ افسوس کہ حکمران مغرب کے مشوروں پر لاکھوں لیپ ٹاپ (LAPTOP) کمپیوٹر تو طلباء کو مفت تقسیم کر دیں مگر اپنی نوجوان نسل اور اس کے اساتذہ کے لئے کلامِ اقبال کے سیٹ (اردو کلیات اور فارسی کلیات، جو لیپ ٹاپ سے کہیں سستے ہوں گے) تقسیم نہ کر سکیں۔ شاید اس لئے کہ اگر یہ کام کر دیا تو عوام و خواص اور بالخصوص نوجوانوں میں فکرِ اقبال جڑ پکڑ جائے گی اور وہ حکمرانوں سے جواب طلبی نہ کر لیں یا کہیں در پردہ مغربی سرپرست ناراض نہ ہو جائیں۔

ہمارے نزدیک پاکستان میں دو قومی نظریہ، جو نظریۂ پاکستان ہے، کی کیفیت اور قوم کے اندر اس کے اثرات کی کیفیت ڈوبتی نبض کی طرح ہے اور اگر اب بھی فکرِ اقبال کے احیاء کی سنجیدہ کوششیں نہ ہوئیں اور تیز رفتاری سے نہ ہوئیں تو شاید چند سالوں بعد ـــــ فکرِ اقبال کا نام لینے والا بھی کوئی شخص ڈھونڈے نہ مل پائے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ

ہمیں یقین کامل ہے کہ فکرِ اقبال کبھی مرے گا نہیں اس لئے کہ فکرِ اقبال کی جو اساسات

ہیں اس کی ڈوریں وحی آسمانی، قرآن مجید اور اُمتِ مسلمہ کے مستقبل سے جڑی ہوئی ہیں۔ تاہم ــــــ بظاہر احوال عالم اسباب میں مایوسی کا عالم ہے۔ کاش اس ملک کے بہی خواہ اور خیر خواہ اُٹھیں اور فکرِ اقبال کی تجدید کا کام کریں۔

ہمارے نزدیک ملک پاکستان کا جواز دو قومی نظریہ اسلام اور ہندوازم یا اسلام اور کفر کے نظریہ پر تھا اور اگر یہ نظریہ تحلیل ہو گیا تو ملک کی بقا خطرے میں پڑ جائے گی۔

آیئے ــــــ فکرِ اقبال کی تجدید کا کام کرتے ہیں۔ ہماری گفتگو سے مراد دوسرے اکابرین کی کاوشوں اور مساعی کی نفی نہیں ہے اور نہ ہماری یہ سوچ ہے۔ مدّعا صرف یہ ہے کہ اس ملک میں اگر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام کرنا ہے تو جن بنیادوں پر یہ ملک بنا تھا ــــــ اور حالات نے ان بنیادوں کو مشکوک بنا دیا ہے تو اصل کام یہی ہے کہ تعمیرِ نو کے لیے ڈھونڈ ھ کر وہی بنیادیں تلاش کی جائیں وہ بنیادیں فکرِ اقبال ہے۔ ان بنیادوں پر آج ہمیں تعمیرِ نو کا کام کرنا ہوگا۔ ایک دفعہ فکرِ اقبال کی بنیاد پر اس ملک میں ہر سطح پر ذہن سازی ہو، تعلیم کے میدان میں نظریاتی تعلیم ہو تو ہماری آئندہ نسلیں ــــــ فکرِ اقبال سے روشناس ہو جائیں گی۔ ہمارا میڈیا صحیح ہو جائے گا۔ موجودہ نسل اور کارپردازانِ ملک وملت کے قلب و دماغ میں فکرِ اقبال راسخ ہو جائے گی۔ اگر ہمارے ملک کی انتظامیہ نظریاتی ہو جائے تو وہ وقت دور نہیں جب ہماری پارلیمنٹ بھی نظریاتی ہوگی جہاں قانون سازی بھی نظریاتی ہو گی جہاں فکرِ اقبال کے مطابق قرآن وسنت کی ہر سطح پر بالادستی ہو گی ہماری فوج جو ملک کا اہم ستون ہے وہ نظریاتی ہو گی۔ نظریاتی سطح پر تجدید کا یہ کام دراصل فکرِ اقبال کی تجدید ہی کا کام ہے اور پاکستان کے استحکام کا کام ہے۔ اگر ہم یہ کام عزمِ مصمّم، حوصلے اور جذبے سے کر سکیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا میں پاکستان اپنا حقیقی مقام حاصل نہ کر سکے جو اس کا مقدّر رہے۔

نوشتۂ دیوار یہی ہے کہ مغل اعظم اکبر نے مسلمانوں میں لبرل ازم کا نعرہ لگایا تو عبرت کا نشان بن گیا۔ سر سیّد نے حالات کے جبر کے تحت یہ کام کرنے کی شعوری یا غیر شعوری کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبال جیسا انسان پیدا کر کے اس کی اصلاح کر دی۔ اب بھی جو کوئی پاکستان کی نظریاتی اساس دو قومی نظریہ کو چھیڑے گا وہ عبرت کا نشان بنے گا۔ جو اس نظریے کو مضبوط کرے گا

(اور نظریۂ پاکستان کی مضبوطی دراصل فکر اقبال کے احیاء پر ہی موقوف ہے) وہ باقی رہے گا اور امر ہو جائے۔علامہ اقبال نے ہی کہا تھا:

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
واں کنٹر سب بلوری ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے
اس دور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں! باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

اللہ تعالیٰ ملک خداداد پاکستان کی بنیادُ دوقومی نظریہ، کے احیاء کے لئے فکر اقبال کو اجاگر کرنے اور اس کو پوری قوم میں ہر سطح پر بالخصوص تعلیمی اور پارلیمنٹ کی سطح پر اجاگر کرنے کی ہمت اور توفیق ارزاں فرمادے۔آمین

وطن عزیز ملک پاکستان سے مصوّر ومفکّر پاکستان کے فکر کے مٹتے نقوش کو دوبارہ تازہ کرنے اور اُبھارنے کی ضرورت ہے۔تاکہ مسلمانانِ پاکستان اپنے مقصدِ وجود کی معرفت حاصل کریں اور فکرِ اقبال کی روشنی میں اپنی منزل کی طرف پیش قدمی کرسکیں (جو آسمانوں پر ان کا مقدر ہو چکی ہے) کہ پاکستان میں خلافت کا نظام قائم ہو جو اپنی برکات کی وجہ سے قبولِ عام حاصل کرلے کہ دنیا "یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا" کے مصداق اسلام میں داخل ہو جائے اور یہ نظامِ خلافت پورے کُرّہ ارضی پر محیط ہو جائے۔

علامہ اقبال نے یہ بات 1929ء میں سفر علی گڑھ کے دوران طلباء سے فرمائی تھی

ع من بسیمائے غلاماں سرِّ سلطان دیدہ ام

ترجمہ: میں اس غلام مسلمان قوم کے نوجوانوں کی پیشانیوں پر مستقبل کے اسلامی حکمرانوں کے نشانات دیکھ رہا ہوں۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن

آیات 152 تا 155

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اور اللہ نے تو سچا کر دکھایا تھا اپنا وعدہ

اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ جب تم اللہ کے حکم سے دشمنوں کو کاٹ رہے تھے

اے مسلمانو! اللہ نے تم سے اپنی مدد کا وعدہ پورا کر دیا تھا، جب لڑائی میں تم ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے اور تم ان پر غالب آ رہے تھے

حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ یہاں تک کہ تم نے کمزوری دکھائی اور معاملے میں تم نے جھگڑا ڈالا اور تم نے نافرمانی کی

کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ تیر اندازوں کو روک رہے تھے وہ نہیں رکے اور وہاں سے چلے گئے۔

مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تمہیں بہت پسند ہے

عام مفسرین تو اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مالِ غنیمت مراد ہے۔ حالانکہ یہ مراد نہیں لینا چاہیے؛ اس لیے کہ مالِ غنیمت سے متعلق شریعت میں احکام متعین ہو چکے تھے۔ اسلام سے پہلے کی جو جنگیں تھیں ان میں تو مالِ غنیمت کا یہ تصور تھا کہ جنگ ہوئی اور دشمن بھاگا جس کے ہاتھ میں جو چیز لگ گئی وہ اسی کی ہے لہٰذا اس وقت لوگ خوب لُوٹتے تھے لیکن جب جنگ بدر ہوئی تو اس

کے بعد مسلمانوں کے لیے تو اللہ کا حکم آ گیا کہ مالِ غنیمت اس طرح تقسیم نہیں ہوگا کہ لوٹ کا مال ہے جس کے ہاتھ میں جو لگا وہ لے گیا۔ بلکہ مال غنیمت جمع ہوگا اور اس کے بعد جہاد میں شریک تمام افراد میں تقسیم ہوگا۔ جو آدمی پہرہ دے رہا تھا یا جو اور کسی کام پر متعین تھا اس کو بھی حصہ ملے گا، سب کو شریعت میں مقرر کردہ حصہ کے مطابق تقسیم کر کے دے دیا جائے گا۔ تو جب یہ قانون آ چکا تو یہ سمجھنا کہ وہ مالِ غنیمت کے لیے پہاڑی سے نیچے اُتر آئے تھے، یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید میں سورۃ الصّف میں ہے ﴿وَ اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ﴾ یعنی ایک اور چیز ہے جس کو تم بہت پسند کرتے ہو، وہ ہے کہ دنیا میں تمہیں فتح نصیب ہو جائے۔ ہر بندہ یہ چاہتا ہے میں محنت کر رہا ہوں تو دنیا میں میری محنت کا نتیجہ نکلے۔ تو جب مسلمانوں نے بھی دیکھا کہ فتح ہوگئی ہے، فتح ان کو بھی پسند تھی تو انہوں نے اس کی وجہ سے وہاں سے جگہ چھوڑ دی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تاویل کر لی۔ ان پر جو کمانڈر مقرر ہوئے تھے وہ روکتے رہ گئے۔ ان کا کہنا ماننا ضروری تھا جس کا انکار کر دیا۔ اس کی وجہ سے سزا ملی۔ یہ ڈسپلن کی کمی تھی، نظم میں ایک رخنہ تھا جس کی وجہ سے کتنا نقصان ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا بھی خون بہا اور اُحد کی سرزمین میں جذب ہوا، اور آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تو اجتماعی زندگی میں نظم کی بہت اہمیت ہے اسی وجہ سے اللہ نے اس موقع پر تبصرہ فرمایا کہ اپنی اصلاح کر لو یہ جو ڈھیلا نظم ہے اس کو کَس لو۔

مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ تم میں سے ایسے بھی ہیں جو دنیا کا ارادہ رکھتے ہیں اور تم میں سے ایسے بھی ہیں جو آخرت کو پسند کرتے ہیں

یعنی تم میں سے ایسے بھی ہیں جو ابھی اس دنیا کی فتح کو پسند کرتے ہیں یعنی مسلمان کو تو اس سے اوپر اٹھ جانا چاہیے کہ اگر دنیا کی فتح نصیب ہو تو اچھی بات ہے، نہ ہو تب بھی میری محنت کا بدلہ مجھے جنت میں مل جائے گا۔ اب جو صحابہ جنگ اُحد میں یا جنگ بدر میں شہید ہو گئے انہوں نے تو فتح مکہ نہیں دیکھی انہوں نے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور نہیں دیکھا اسلام کا غلبہ نہیں دیکھا لیکن وہ تو اپنا اجر لے گئے ہیں ان کو تو بھرپور اجر مل جائے گا تو مسلمان کے لیے دنیاوی فائدہ اور دنیاوی نتیجہ کوئی بڑی حیثیت نہیں رکھتا، خلوص کے ساتھ اللہ کے لیے جان دے دو قربانی دے دو بس میری جنت اللہ کے ہاں reserve ہوگئی، بس یہی کامیابی ہے۔ اللہ نے فرمایا: تم میں سے ایسے بھی ہیں

جو دنیا کو پسند کرتے ہیں اور تم میں سے ایسے بھی جو خلوص کے ساتھ آخرت کو پسند کرتے ہیں، سب ایک جیسے نہیں ہیں لیکن دنیا کے لالچ کو چاہے وہ فتح ہی ہو اس کو بھی دل سے نکال دینا چاہیے۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ پھر اللہ نے تم کو پھیر دیا اُن سے تاکہ تم کو آزمائے

یعنی شروع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق تمہاری مدد کی اور تمہیں فتح دی پھر تمہاری ایک غلطی کی وجہ سے تمہارا رُخ پھیر دیا اور وہ پلٹ کر تم پر حملہ آور ہو گئے۔ اس میں بھی تمہاری آزمائش تھی۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ اور البتہ اللہ تم کو معاف کر چکا

وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اور اللہ فضل کرنے والا ہے ایمان والوں پر

غزوۂ اُحد میں جب کفار نے پیچھے سے اور پھر آگے سے بھی حملہ کر دیا تو مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی چند صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ کی حفاظت کر رہے تھے اور کچھ لوگ جان بچانے کے لیے اُحد پہاڑ پر چڑھتے جا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ انہیں پکار رہے تھے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ جب تم چڑھے جا رہے تھے اور پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھتے تھے

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تمہیں پکار رہے تھے تمہارے پیچھے سے

فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ تو تمہیں وہاں پہنچے غم پر غم

پہلے دشمن کے حملے کا غم، پھر تکلیف کا غم، پھر بدنظمی کا غم، پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر کا غم۔ تو وہاں غم پر غم، دکھ پر دکھ تمہیں پہنچے۔ اور یہ جو دکھ پر دکھ پہنچنا ہے اس سے آدمی کا تجربہ بڑھتا ہے۔ جب تک آدمی تکلیف سے نہ گزرا ہو اُس وقت تک اس کو صحیح طور حالات کا اندازہ نہیں ہوتا۔ جو آدمی کبھی بھی مشکل میں نہیں پڑا اُس پر جب مشکل آئے گی تو وہ پریشان ہو جائے گا اور اگر مشکلیں پڑتی رہیں تو آدمی کو اس کا تجربہ ہو جاتا ہے پھر وہ گھبراتا نہیں ہے۔ جیسے غالب نے کہا کہ

ے رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

لِّكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمۡ تاکہ تم غم نہ کرو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر جو تمہیں مصیبت پیش آئے

اگر آدمی مشکلات میں سے گزرتا رہے تو اس کا عادی ہو جاتا ہے پھر وہ مشکلات سے گھبراتا نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾ اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے اس سے جو کچھ تم کر رہے ہو

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ پھر اللہ تعالیٰ نے اتاری تم پر اس غم کے بعد

اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ امن وسکون کی کیفیت یعنی ایک اونگھ جس نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ لیا

اس تنگی کے بعد کچھ مسلمانوں پر واقعتاً اُونگھ کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور نیند کا غلبہ ہوگیا۔ نیند تو اسی کو آتی ہے جس کو امن وسکون حاصل ہو۔ جو خوف کی حالت میں ہو اسے تو نیند آ ہی نہیں سکتی تو گویا کہ اللہ نے مسلمانوں میں کچھ خاص اہل ایمان پر ایک سکون کی کیفیت طاری کر دی۔

وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ اور ایک گروہ ایسا تھا جس کو اپنی جانوں کی فکر لگی ہوئی تھی

يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِيَّةِ وہ اللہ کے بارے میں ایسے باطل خیال کر رہے تھے جو جاہلیت کے خیال تھے

اس وقت ایک دوسرا گروہ مسلمانوں میں سے ایسا تھا جو پریشان حال تھا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اللہ نے تو ہم سے فتح کا وعدہ کیا تھا، جنگ بدر میں اللہ نے مدد کی تھی، اب مدد نہیں کی، اللہ ناراض تو نہیں ہو گیا، معاذ اللہ! اللہ نے کہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ تو نہیں دیا۔ کچھ لوگ تھے جن کے دلوں میں اس طرح کے خیال آرہے تھے۔ یہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جنھوں نے مشورہ دیا تھا کہ ہمیں مدینہ سے باہر جانے کی بجائے مدینہ کے اندر رہ کر ہی دشمن سے لڑنا چاہیے۔ لیکن ان کے مشورہ پر عمل نہیں ہوا۔ پھر وہ طرح طرح کی باتیں کرنے لگ گئے۔

يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَىۡءٍ وہ کہتے ہیں: کیا ہمارے لیے بھی اختیار میں کوئی حصہ ہے؟

قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (اے نبی!) آپ فرما دیں: سارا اختیار تو اللہ کے لیے ہے

اور اس کے نمائندے کے طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ہے۔

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ وہ اپنے جی میں چھپا رہے ہیں وہ کچھ جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے

وہ ظاہراً تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے مشورے پر عمل نہیں کیا گیا، ہماری بات نہیں مانی گئی۔ لیکن ان کے دلوں میں کھوٹ اور زیادہ ہے جو وہ ظاہر نہیں کر رہے۔

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ وہ کہہ رہے ہیں: اگر اختیار میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہوتا

یعنی اس معاملے میں ہمارے مشورے پر عمل کر لیا ہوتا

مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا تو ہم یہاں اس طرح نہ مارے جاتے

کہ اُحد میں ستر مسلمان شہید ہو گئے۔

یہ منافقین اور دوسرے لوگوں کی طرف سے تبصرے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی اپنے ساتھیوں کی طرف سے کیسی چبھتی ہوئی باتیں اور تبصرے سننے پڑے۔ وہ بظاہر مسلمان ہیں ساتھی ہیں، صاف ظاہر ہے کہ کافروں کی طرف سے نہیں آئے۔ بعض اوقات ساتھیوں کی طرف سے بھی ایسے تبصرے آتے ہیں کہ ان سے آدمی کا دل چھلنی ہو جاتا ہے۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (اے نبی! ﷺ) آپ ان سے فرما دیجیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ تو جن کا مارا جانا لکھا ہوا تھا وہ ضرور اپنے قتل کی جگہ کی طرف نکل پڑتے

یعنی جس کی موت اُحد میں لکھی ہوئی ہے وہ اپنی موت کے مقررہ وقت پر لازماً کسی نہ کسی طرح گھر سے نکلتا اور وہاں جا کر اس کی جان چلی جاتی۔ یہ تو طے شدہ بات ہے موت کا وقت معین ہے اور موت کس جگہ آنی ہے یہ بھی پہلے سے لکھا ہوا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ اَنْ يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ اِلَيْهَا حَاجَةً (ترمذی)

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لیے فیصلہ کرتا ہے کہ اس کو فلاں زمین پر موت آنی

ہے تو اس بندے کے لیے اس زمین کی طرف کوئی کام مقرر کر دیتا ہے‘‘۔

یعنی جب کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو اس کو اس کی موت جگہ پر کوئی کام پڑ جاتا ہے تو وہ اس کی طرف نکل پڑتا ہے اور وہاں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اور (یہ صورت حال اس لیے پیش آئی) کہ اللہ نے آزمانا تھا کہ تمہارے دلوں میں ہے کیا

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ اور اس لیے کہ اللہ نے صاف کرنا تھا جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے

اگر مسلمانوں میں بھی ایسے ساتھی چھپے ہوئے ہیں تو ان کو تو چھانٹ کر الگ کرنا بہت ہی ضروری ہے اس لیے کہ ایسی جمعیت کے ساتھ قیصر و کسریٰ کا اور شیطانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تو ایک منظّم پارٹی اور حزب اللہ ہو تو ہی اللہ کے دین کا غلبہ کیا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اور اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ بے شک تم میں سے جو لوگ پھر گئے جس دن دونوں فوجیں آپس میں ٹکرائیں

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ان کو تو بہکا دیا تھا شیطان نے بعض ان کاموں کی وجہ سے جو انہوں نے کیے تھے

یہ بھی نفسیاتی اعتبار سے بہت اہم بات ہے کہ آدمی سے کبھی کوئی غلطی یا کوئی گناہ ہوا ہو تو اس کی ایک تو آخرت میں سزا ہے اس کے علاوہ اس غلطی یا گناہ کا آدمی کی شخصیت (Personality) پر بھی اثر پڑتا ہے اور شیطان کو اس کا ایک کمزور پہلو (soft corner) مل جاتا ہے اور اس سے شیطان اس کو بہکا دیتا ہے۔ تو یہاں یہی کہا گیا جس دن اُحد کے میدان میں دو فوجوں میں جنگ ہوئی اس دن کچھ لوگوں کو شیطان نے جو بہکا دیا تھا وہ ان کے گناہوں کی شامت تھی، یعنی اس کی وجہ وہ گناہ تھے جو ان سے سرزد ہوئے اور ان گناہوں سے ان کی شخصیت پر برے اثرات پڑے۔ جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی گناہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک کالا نشان پڑ جاتا ہے اور بہت سے گناہوں کی وجہ سے بہت سے کالے نشان ہو جائیں تو کچھ نہ کچھ

شخصیت پر اثر پڑتا ہی ہے اور شیطان کو بہکانے کا ایک موقع مل جاتا ہے۔

وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ اور اب اللہ نے ان سے درگزر کردیا ہے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ﴿۱۵۵﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے بردبار ہے

آیات 156 تا 171

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا

وَقَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ اِذَا ضَرَبُوۡا فِى الۡاَرۡضِ اَوۡ كَانُوۡا غُزًّى اور انھوں نے اپنے بھائیوں کو کہا جب وہ زمین میں (سفر کو) نکلے یا وہ کسی جہاد میں گئے ہوں:

اور وہاں ان کو موت آ گئی یا وہ شہید ہو گئے

لَّوۡ كَانُوۡا عِنۡدَنَا مَا مَاتُوۡا وَمَا قُتِلُوۡا اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ ان کو موت آتی اور نہ وہ قتل ہوتے

یہ تو بڑی بری بات ہے۔ موت جب آنی ہے تو آنی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جو باہر نکلے گا وہ مرجائے گا یا جنگ میں چلا جائے گا تو مر جائے گا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کتنے ہی جہاد کرتے رہے اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمنوں کی صفوں میں گھستے رہے لیکن ان کی موت میدان جنگ میں نہیں آئی۔

لِيَجۡعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسۡرَةً فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ تا کہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس ان کے دلوں میں

وَاللّٰهُ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ اللہ زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے

انہیں شاید یہ بات بھول گئی ہے کہ زندگی دینے والا اور موت دینے والا اللہ ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۱۵۶﴾ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے

وَلَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوۡ مُتُّمۡ اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤ یا تمہیں موت آ جائے

لَمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحۡمَةٌ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ تو اللہ کی مغفرت اور رحمت (جو تمہیں حاصل ہوگی وہ) کہیں بہتر ہے اس سے جو لوگ جمع کرتے ہیں

یعنی تم اللہ کے راستے میں کام آ جاؤ تو یہ تمہارے لیے کہیں بہتر ہے اُس دنیاوی ساز و سامان کے مقابلے میں جو لوگ جمع کر رہے ہیں۔ اللہ کے راستے میں موت یا شہادت بہت اونچے درجے کی چیز ہے جو تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ — اور اگر تمہیں ویسے ہی موت آ جائے یا تم قتل ہو جاؤ

لَاْاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ — تو بھی تو تم اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے

بہر حال دونوں صورتوں میں اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے سب ہانک کر اللہ کے ہاں جمع کر لیے جائیں گے اور وہاں ان کو ان کے کیے کا بدلہ ملے گا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ — سو یہ اللہ کی رحمت ہی ہے کہ (اے نبی ﷺ!) آپ ان کے لیے بڑے نرم دل ہیں

یہ رسول اللہ ﷺ کی بھی خصوصیت ہے اور بعد میں جتنے بھی اجتماعی کام ہوتے ہیں اس میں بھی جو کوئی جماعت کا امیر ہوگا، صدر ہوگا یا سربراہ ہوگا اس کے لیے بھی یہی اُسوہ ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے نرمی رکھے۔ اگر وہ نرم دل ہوگا نرم خو ہوگا تو اس کے ساتھی ساتھ رہیں گے اور اگر تند خو ہوگا سخت مزاج اور غصے والا ہوگا یا ناراض ہونے والا ہوگا تو ساتھی خود بخود چھٹ جائیں گے۔ فرمایا: یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ﷺ نرم دل ہیں

وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ — اگر آپ تند خو ہوتے سخت دل ہوتے

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ — تو یہ سارے ساتھی آپ کے پاس سے بکھر جاتے

فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ — آپ ان سے درگزر کیجیے اور ان کے لیے استغفار کیجیے

ان سے جو غلطی ہوئی ہے وہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی مغفرت طلب کریں۔

وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ — اور آپ معاملے میں ان سے مشورہ کرتے رہیے

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ — پھر جب آپ فیصلہ کر لیں تو اللہ پر توکل کیجیے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ﴿۱۵۹﴾ — بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

یعنی ان سے مشورہ ہوگا لیکن فیصلہ raising of hands یا ووٹوں کی کاؤنٹنگ سے نہیں ہوگا بلکہ

فیصلہ اے نبی ﷺ! آپ کریں گے۔ مشورہ چاہے ہزار آدمیوں سے ہو جائے دو ہزار آدمیوں سے ہو جائے لیکن فیصلہ اے نبی! آپ کو کرنا ہے۔ جب آپ فیصلہ کر لیں پھر اللہ کے بھروسے پر کام شروع کر دیں۔

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ (اے مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا

وَ اِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے یعنی تمہاری مدد نہ کرے

فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا اللہ کو چھوڑ کر؟

یعنی اللہ تم سے ناراض ہو جائے تو کوئی ہے جو اللہ کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟

وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسہ کریں اہل ایمان

وَ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّغُلَّ اور کسی نبی کے یہ شایان شان نہیں ہے کہ وہ کوئی خیانت کرے

کچھ منافقین نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں نبی اکرم ﷺ پر بھی یہ الزام لگا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کے یہ شایانِ شان نہیں ہے کہ معاذ اللہ! وہ کچھ چھپا کر رکھ لے یا بد یانتی یا کوئی خیانت کرے۔

وَ مَنۡ یَّغۡلُلۡ یَاۡتِ بِمَا غَلَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اور جو کوئی بھی خیانت کرے گا اُس نے جو خیانت کی ہے اس کو قیامت کے دن لے کر آئے گا

یعنی قیامت کے دن بات سامنے آ جائے گی اور خیانت کرنے والا وہاں رسوا ہو جائے گا۔ یہ چیز اللہ کے نبی کے شایانِ شان نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ اعتراض کر رہے ہیں انہوں نے جو بے شمار خیانتیں کر رکھی ہیں یہ قیامت کے دن سامنے آئیں گی تو وہ سوچیں کہ اس وقت ان کا کیا حال ہو گا۔

ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ پھر ہر نفس کو، اس نے جو کچھ کیا ہو گا اس کا، پورا پورا بدلہ مل جائے گا

وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶۱﴾ اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَ اللّٰہِ کیا وہ شخص جو پیروی کر رہا ہے اللہ کی مرضی کی

کَمَنۡۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو کما کر لا رہا ہے اللہ کے غصے کو

ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان ہیں جو اللہ کی رضا کی تلاش میں اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں لگا رہے ہیں اور ایک طرف یہ منافقین ہیں جو جنگ میں گئے بھی نہیں اور اوپر سے اعتراض کر رہے ہیں، کیا یہ دونوں برابر ہو جائیں گے؟

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ — اور اِس کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ — اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ — ان سب کے درجات ہیں اللہ کے پاس

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ — اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ — اللہ نے یقیناً احسان کیا ہے ایمان والوں پر

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ — جب بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے

قرآن مجید میں تین مقامات پر اس طرح کی آیت آئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے دعوت کے کام کی وضاحت کی گئی ہے کہ اس طریقے پر آپ کام کرتے رہتے ہیں اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملایا ہے ہم خیال بنایا ہے اور ان کی تربیت کی ہے۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ — آپ ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں

وَيُزَكِّيْهِمْ — اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ — اور انہیں تعلیم دیتے ہیں کتاب کی اور حکمت کی

کتاب سے مراد شریعت ہے اور حکمت کا معنی ہے دانائی، یعنی احکام کی حکمتیں ان کو سمجھاتے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾ — اور بے شک وہ تو اس پہلے کھلی گمراہی میں تھے

اس سے پہلے انہیں معلوم نہیں تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور شریعت کیا ہوتی ہے حکمت کیا ہوتی ہے یہ تو آپ ﷺ پر اللہ نے چیزیں اتاری ہیں اور آپ نے لوگوں کو سمجھایا ہے تو یہ ان کو معلوم ہو گیا ہے اور وہی جو گڈریے تھے پھر ساری دنیا کے راہنما بن گئے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا — اور (اے مسلمانو!) کیا جس وقت پہنچی تمہیں ایک ایسی تکلیف جس کے دوچند تم (کفار کو) پہنچا چکے ہو

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا — تو تم نے کہا: یہ کہاں سے ہو گیا

تمہاری زبان سے یہ لفظ نکلے کہ یہ کیا ہوگیا؟ یہ ہمارے ستر آدمی مر گئے۔ اللہ تو ہماری مدد کرنے والا تھا، اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ یہ کیا ہوگیا۔ اس سے پہلے غزوۂ بدر میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے تھے اور ستر آدمی قید ہوئے تھے۔

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے فرما دیجیے یہ سارا کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے

بد نظمی کی وجہ سے، اپنے کمانڈر کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے۔ وہ تمہاری کوتاہیوں کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ اور جو کچھ تم کو اُس دن پیش آیا جس دن دو فوجیں آپس میں ٹکرائیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھا

یعنی غزوۂ اُحد کے دن جو کچھ حالات پیش آئے یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا اور اس میں بہت سی حکمتیں تھیں جن میں سے کچھ اوپر بیان ہوئی ہیں اور کچھ آگے بھی آ رہی ہیں۔

وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾ اور تا کہ اللہ ظاہر کر دے ان لوگوں کو جو ایمان والے ہیں

یعنی یہ واضح ہو جائے کہ کون ایمان کے دعوے میں سچے ہیں

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا اور تا کہ اللہ ظاہر کر دے ان لوگوں کو جو منافق ہیں

پہلی دفعہ یہاں نفاق کا لفظ آیا ہے۔ وہ جو تین سو آدمی واپس چلے گئے اگر اُحد میں یہ لشکر نہ نکلتا تو کیسے پتہ چلتا کہ یہ منافقین ہیں۔ اللہ جاننا چاہتا تھا کہ کون صادق الایمان ہیں اور کون وہ ہیں جنھوں نے نفاق اپنے سینوں میں چھپایا ہوا ہے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اور کہا گیا ان کو کہ آؤ

قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا تم بھی لڑائی لڑو اللہ کے راستے میں یا (کم از کم) دفاع ہی کرو

دشمن تو تمہارا بھی ہے اگر اس نے مدینے پر حملہ کر دیا تو گھر تو تمہارا بھی وہیں ہے بیوی بچے تمہارے بھی وہیں ہیں ان کے ساتھ جو حشر ہوگا کم از کم اس کا ہی کچھ خیال کر لو۔

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ انھوں نے کہا اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ جنگ ہوگی تو

ہم یقیناً تمہارے ساتھ جاتے

ان منافقین نے کہا کہ یہ جنگ تو کچھ بھی نہیں ہوگی یہ تو ایسے ہی جارہے ہیں

هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ وہ اس وقت ایمان کے مقابلے میں کفر کے زیادہ قریب تھے

منافقین کی جو ایمانی کیفیت ہوتی ہے وہ دراصل کفر اور ایمان کے درمیان ایسے ہوتی ہے جیسے گھڑیال کا پنڈولم ہوتا ہے اسی طرح یہ Oscillate کرتے (جھولتے) رہتے ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر، کبھی ایمانی کیفیت میں ہوتے ہیں کبھی کفر میں ہوتے ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا کہ جس وقت وہ یہ جملہ کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کے زیادہ قریب تھے۔

يَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِيۡ قُلُوۡبِهِمۡ یہ کہتے ہیں اپنے منہ سے وہ جو ان کے دلوں میں نہیں ہے

دل میں کچھ اور چھپاتے ہیں اور زبان سے کچھ اور کہتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ چھپا رہے ہیں

اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور (شہید ہونے والے) اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں

لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا اگر انھوں نے ہمارا کہنا مانا ہوتا تو یوں قتل نہ ہوتے

خود تو جہاد کے لیے نہیں نکلتے اور دوسروں کو بھی کہتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ، کیوں نکلتے ہو۔

قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾ اے نبی! آپ ان سے کہیے: تم اپنے آپ کو موت سے بچالو اگر تم سچے ہو

کہ اگر تمہارے پاس کوئی ایسا نسخہ ہے کہ تمہارا مشورہ مانا جائے تو آدمی مرتا نہیں ہے تو اپنے آپ کو موت سے بچالو اگر تم سچے ہو۔ چلو جو مر گئے وہ تو شہید ہوگئے فوت ہو ہی گئے اپنے آپ کو موت سے بچالو اگر تمہارے پاس کوئی موت سے بچنے کا نسخہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں بھی موت آ ہی جانی ہے، جو تمہارا رویہ ہے کہ کبھی تم نے جہاد کے لیے نکلنا نہیں ہے لیکن موت تمہیں بھی ایک نہ ایک دن آنی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں اُن کو مردہ ہر گز نہ سمجھو

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں

اس مفہوم کی آیت پہلے سورۃ البقرہ کے 19 ویں رکوع میں بھی گزر چکی ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں اُن کو تم مردہ مت کہو، وہ تو زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا تم شعور نہیں کر سکتے۔ انھیں رزق دیا جاتا ہے لیکن وہ ہماری طرح کھا پی نہیں رہے اُن کی زندگی کا ہم شعور نہیں کر سکتے۔ اگر ہم ان کو اپنے اوپر قیاس کریں گے تو یہ غلطی ہو گی۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وہ بہت خوش ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے

وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اور خوش بخت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے ان کے پیچھے (دنیا میں) رہ گئے ہیں

یعنی ان کی تو خواہش یہ ہوتی ہے کہ جو ہمارے بھائی پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں جو ابھی شہید نہیں ہوئے وہ بھی جلدی سے ہمارے پاس آ جائیں۔ دنیا میں تو محنت و مشقت ہے اور یہاں اللہ نے ہمیں عیش و آرام کی زندگی دی ہوئی ہے۔ وہ شہادت کا مرتبہ پانے والے تو ہمارے بارے میں بھی سوچتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی جلدی سے گردن کٹوا کر ہمارے پاس آ جائیں۔

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ اس واسطے کہ وہاں ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غمگینی ہے نہ کوئی پریشانی ہے

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وہ خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی اس نعمت اور فضل پر

وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اور اس بات پر کہ بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا ہے اہل ایمان کی کسی محنت کو۔

تربیتِ اہلِ خانہ
اسلامی اقدار کی روشنی میں

انجینئر عبداللہ اسماعیل

اس مضمون میں ایک ریکارڈ شدہ تقریر کو تحریری شکل دی گئی ہے جو کہ تنظیم اسلامی کے ایک اجتماع میں کی گئی تھی، اس لیے انداز بیان تحریر کے بجائے تقریر کا ہے۔ (ادارہ)

تربیت اہل خانہ کیوں؟

سب سے پہلے تو اس سوال کا جواب کہ اہل خانہ کی تربیت کیوں ضروری ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ ایک مشقت طلب کام ہے اور اس میں محنت بھی لگتی ہے تو ہم یہ کام کیوں کریں؟ ہمارے اہل خانہ کا ہم پر کس کس حساب سے حق بنتا ہے کہ ہم ان پر یہ محنت کریں ان کے لیے یہ مشقت کریں۔ تو چار بنیادیں ہیں جن کی وجہ سے ہم نے یہ کام کرنا ہے:۔**(1)** سب سے پہلے بطور انسان اُن کا ہم پر یہ حق بنتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت میں ہے: ﴿لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرۃ:143) ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ جس طرح آنحضور ﷺ نے ہم پر یہ شہادت کی ذمہ داری پوری کی ہے اسی طرح ہم بھی تمام انسانوں پر یہ شہادت یعنی دین کی گواہی قائم کریں۔ سب سے بنیادی بات تو یہ ہوگی کہ بطور انسان ان کا یہ حق بنتا ہے کہ دین ان تک پہنچایا جائے اور تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے۔ **(2)** لیکن آج تو حالات یہ ہیں کہ خود مسلمان بے عمل ہو چکے ہیں، خود مسلمانوں پر گواہی قائم کرنے کی ضرورت ہے تو دوسرا حق مسلمان ہونے کے اعتبار سے ہے۔ ہمارے اہلِ خانہ مسلمان بھی ہیں تو ان کو توجہ دلانا، ان کو دین کی طرف لانا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ جس طرح کہ سورۂ آل عمران میں بھی فرمایا گیا: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ

يَدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ﴾ (آل عمران: 104)۔ اگر پوری امت یہ کام نہ کر رہی ہو تو مسلمانوں میں سے ہی ایک گروہ کھڑا ہو جائے جو یہ کام کرے اور ان مسلمانوں کو دین پر لانے کی کوشش کرے۔ **(3)** پھر ان مسلمانوں میں سے بھی زیادہ حق ان کا ہے جو ہمارے رشتہ دار ہیں۔ جس طرح حضور ﷺ کو سورۃ الشعراء میں حکم دیا گیا کہ ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ﴾ اے نبی! آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ یہ حکم آخری دور میں نازل نہیں ہوا کہ جب حضور ﷺ نے سارے مکے والوں کو اِتمامِ حجت کر دیا اُس وقت حکم آیا ہو کہ اپنے رشتہ داروں کو بھی یاد دلا دیجیے بلکہ یہ شروع میں حکم آیا ہے۔ جب حضور ﷺ اپنی دعوت کا آغاز کرنے لگے تو ابتدائی دور کی سورتوں میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ تو ایک حق انسان ہونے کے لحاظ سے ہے، دوسرا حق مسلمان ہونے اور تیسرا حق ان کا رشتہ دار ہونے کی بنا پر ہے اور **(4)** اس پر مزید چوتھا حق اللہ تعالیٰ کا وہ حکم ہے جو کہ سورۃ التحریم میں آیا ہے کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا ......﴾ اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

شہادت علی الناس کی ذمہ داری اگر دیکھا جائے تو وہ ایک منفی ذمہ داری ہے کہ میں دین پہنچا رہا ہوں، میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے اب یہ آدمی جہنم میں جاتا ہے تو جائے، میری طرف سے تو ذمہ داری ادا ہو گئی۔ شہادت علی الناس کا ایک مطلب یہ نکلتا ہے۔ لیکن گھر والوں کے لیے حق اس سے بڑھ کر ہے کہ اُن پر صرف اتمامِ حجت نہیں کرنا بلکہ ان کو آخری دم تک آگ سے بچانے کی کوشش کرنی ہے۔ اس کی ایک بڑی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی امت کو تبلیغ کی اور اتمام حجت کر دیا اور آخر کار اللہ تعالیٰ کا یہ حکم آیا کہ آپ کشتی بنائیں۔ سورۂ ہود میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے اور دور دور تک کوئی دریا نہیں تھا جس میں کشتی چلائی جا سکے، ﴿وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيۡهِ مَلَاٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ سَخِرُوۡا مِنۡهُ﴾ قوم کے جو سردار وہاں سے گزرتے مذاق اُڑاتے کہ یہاں پانی کے کوئی آثار نہیں ہیں اور یہ کشتی بنا رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اُن سے کہتے کہ ﴿قَالَ اِنۡ تَسۡخَرُوۡا مِنَّا فَاِنَّا نَسۡخَرُ مِنۡكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُوۡنَ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ﴾ اگر تم اب ہم پر ہنس رہے

ہوا ایک وقت آئے گا کہ ہم بھی تم پر ہنسیں گے، پھر جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اس کو رُسوا کر دے گا۔ یعنی قوم پر اتمامِ حجت ہو چکا ہے، شہادت علی الناس کر دیا گیا ہے اور اب قوم میں کسی فرد کے ایمان لانے کی توقع نہیں رہی ۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تنور سے پانی اُبلا اور کشتی تیرنے لگ گئی۔ اب معاملہ آیا گھر والوں کا تو آخری وقت میں بھی حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا کہ ﴿يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ بیٹا! ایمان لے آؤ اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ یعنی بیٹے کو جو کہ ان کے گھر کے افراد میں سے ایک تھا، آخری لمحے تک یہی تلقین کی تھی کہ ایمان لا کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ یہ الگ بات ہے کہ بیٹا نہیں مانا اور اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ لہٰذا تمام دنیا اور تمام مسلمانوں کے لحاظ سے ہمارا اور رویہ ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے گھر والوں کا ایک درجہ اور بڑھا دیا ہے کہ جس طرح انسان اپنے آپ کو آگ سے بچاتا ہے بالکل اسی طرح اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچانے کی ہم نے کوشش کرنی ہے۔

یہ تو اس بات کی اہمیت تھی اور اگر ایک نظر ہم رفقائے تنظیم اپنی صورتِ حال پر ڈالیں تو دکھائی دیتا ہے کہ ہمارے اندر شدید کمی پائی جاتی ہے۔ جب بھی تنظیم کی طرف مطالبہ سامنے آتا ہے کہ دعوت کا کام کیا جائے تو ہم دعوت کا کام باہر سے شروع کرتے ہیں، ہم اپنے احباب کی فہرست گھر سے باہر بنانا شروع کرتے ہیں حالانکہ ہمارے گھر والوں کو، ہماری بیویوں کو بھی دینی دعوت کی ضرورت ہے۔ کیوں؟ وہ دین کی دعوت کی اہمیت سمجھیں گی تو ہمیں دین کا کام کرنے کے لیے گھر سے نکلنے دیں گی۔ جب ان کو احساس ہوگا کہ ہم نے جو بیعت کی ہے اس کے کیا الفاظ ہیں اور ہم نے امیرِ محترم سے کیا وعدہ کر رکھا ہے۔ جب تک ان کو یہ بات پتا نہیں ہوگی وہ ہمیں گھر سے کیسے نکلنے دیں گی۔ جب ان کو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ہم نے بیعت کی ہوئی ہے اب پکار آئی ہے تو جانا چاہیے وہ خود آپ کو تیاری کر کے دے گی، آپ کے بچے بھی آپ کا ساتھ دیں گے۔ ہمارے اندر بہت کمزوری ہے کہ ہم اپنے گھر والوں کی اس طرح تربیت نہیں کر رہے اور اس طرف توجہ نہیں دے رہے۔ ہمارے ہاں ایک رفیق اگر دعوت کا کام کر رہا ہے اور چار احباب کو دعوت دے رہا ہے تو وہ نقیب اُسرہ کی نگاہوں میں بہت اچھا رفیق ہوگا لیکن اگر وہ گھر والوں کی تربیت نہیں کر رہا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی باز پرس ہوگی کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اسی طرح اگر

ایک نقیب اُسرہ اگر اسرے کے پروگرام اچھے کر رہا ہے اور حلقہ قرآنی بھی اچھا چلا رہا ہے تو مقامی امیر کی نگاہ میں تو ہوسکتا ہے بہت اچھا نقیب ہو کہ بہت اچھا کام کر رہا ہے لیکن اگر وہ اپنے گھر والوں کے لحاظ سے سستی کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ اچھا انسان نہیں ہے بلکہ وہ مجرم ہوسکتا ہے کہ وہ کیوں اپنے گھر والوں کی طرف توجہ نہیں دے رہا۔ ایک انسان اگر ہزاروں لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا باعث بن جائے ان کو سیدھے راستے پر لے آئے تو اس سے اپنے گھر والوں کی ذمہ داری ساقط نہیں ہو جاتی۔ پہلا حق اپنے گھر والوں کا ہے کہ انسان ان پر توجہ کرے۔

تربیت کا مفہوم

تربیت کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق کسی چیز کی نشوونما کرنا، کسی چیز کو پروان چڑھانا۔ جہاں پر کسی کی مرضی کی بات آئے گی اس میں اس کی حاکمیت یا authority کا ہونا ضروری ہے۔ آپ جس کی تربیت کرنا چاہتے ہیں اس کے اوپر آپ کو اتھارٹی ہونا کوئی نگرانی کا حق ہونا کوئی قوامیت ہونا ضروری ہے تاکہ آپ اس کی تربیت کر سکیں۔ تو اگر وسیع معنوں میں دیکھا جائے تو گھر والوں میں والدین، بہن، بھائی، بیوی اور بچے سبھی شامل ہیں لیکن جب معاملہ تربیت کا آئے گا اور اتھارٹی کا آئے گا تو والدین اور بہن بھائی اس سے نکل جائیں گے۔ ظاہر ہے انسان کو اپنے والدین کے اوپر کوئی اتھارٹی نہیں ہے اور نہ ہی اپنے بہن بھائیوں پر عام حالات میں کوئی اتھارٹی ہوتی ہے۔ تو انسان کی اتھارٹی اپنی بیوی پر اور اپنے بچوں پر ہے تو تربیت کا فوکس انہی دو یعنی اہلیہ پر اور بچوں پر ہوگا۔

تربیتِ اہلیہ:

سب سے پہلے اہلیہ کی تربیت کے حوالے سے ہم غور کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ ﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ (النساء:34) مرد عورتوں پر قوام بنائے گئے ہیں، نگران بنائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہ اتھارٹی دے دی کہ مرد کو بیوی پر فوقیت حاصل ہے اور اسی فوقیت کی بنیاد پر اس نے اپنی بیوی کی تربیت کرنی ہے۔ پہلے بھی یہ آیت گزر چکی ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:06) اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، کہ تم میں سے ہر آدمی نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پھر آگے حضور ﷺ نے اس کی وضاحت بھی فرمادی: وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، اور آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اس سے اس کے گھر والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے ان کی تربیت کا کیا انتظام کیا۔ جس طرح میں نے پہلے بتایا کہ چار اعتبار ہماری ذمہ داری بنتی ہے: (۱) بحیثیت انسان، (۲) بحیثیت مسلمان، (۳) بحیثیت رشتہ دار اور (۴) اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ بیوی کے معاملے میں ایک پانچویں چیز بھی شامل ہو جاتی ہے وہ محبت ہے۔ ایک غیر محرم عورت اور مرد کے درمیان بغیر شادی کے محبت ہونا تو شیطانی محبت ہے لیکن میاں اور بیوی میں محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم میں ارشاد فرمایا کہ ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ (الروم: 21) اللہ نے تم میاں اور بیوی کے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

تو پانچواں تقاضا بیوی کے تعلق سے محبت کا بھی ہے، محبت بھی تقاضا کرتی ہے کہ اس کو آگ سے بچایا جائے اس کی تربیت کی جائے۔ اب یہاں پر بیوی اور بچوں کی بات آئی تو ظاہر ہے ہم میں کچھ ایسے ہیں جو بیوی بچوں والے بھی ہیں، کچھ ایسے ہیں جن کی شادی ہوئی ہے ابھی اولاد نہیں ہوئی اور کچھ ایسے ہیں جن کی ابھی شادی ہی نہیں ہوئی۔ تو جن کی شادی نہیں ہوئی وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس معاملے سے آزاد ہو گئے بلکہ اسلام اس معاملے کو شادی سے بھی پہلے سے لیتا ہے۔ جو بیوی کے انتخاب کا معاملہ ہے وہ بھی آنحضور ﷺ نے ہمیں ایک حدیث میں بیان کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ،۔ کسی عورت سے اس کی چار خوبیوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے یا تو اس کے مال و دولت کی وجہ سے یا اس کے حسب و نسب کی وجہ سے یا اس کی حسن و جمال کی وجہ یا اس کے دین کی وجہ سے۔ تو تم اپنی بیوی تلاش کرو تو دین کے حوالے سے اس کا انتخاب کرو۔ تو وہ رفقاء جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی جو ابھی اس مرحلے سے گزریں گے ان کے لیے بھی ہدایت موجود ہے۔ وہ شادی کے لیے اس merit (خوبی یا اہلیت) کو سامنے رکھیں جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہمیں دی

ہے۔ اگر اس میرٹ پر شادی کریں گے تو آگے معاملات آسان ہو جائیں گے بیوی کی تربیت کرنا آسان ہو جائے گا اگر آپ دین کے لحاظ سے بیوی کا انتخاب کریں گے تو کچھ پہلے سے ہی وہ تربیت یافتہ ہو گی اور اگر آپ نے اس میرٹ کو نظر انداز کر دیا کسی اور بنیاد پر آپ نے شادی کی تو آپ کو بعد میں زیادہ محنت کرنی پڑے گی، اس کے اوپر زیادہ وقت لگانا پڑے گا۔ بیوی کی تربیت دو حوالوں سے ضروری ہے اور اس کے دو فائدے ہو سکتے ہیں ایک فائدہ تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری لگائی ہے یہ ذمہ داری ادا ہو گی اور دوسرا یہ کہ اولاد کی تربیت میں وہ آپ کی معاون بنے گی۔ اولاد کی تربیت کا اصل فرض والد کا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی ہے کہ مسلمان مرد اہل کتاب عورت سے بھی شادی کر سکتے ہیں کسی یہودی یا کسی عیسائی عورت سے بھی شادی کر سکتے ہیں لیکن بچوں کی تربیت اس یہودی یا عیسائی عورت پر نہیں چھوڑی جا سکتی۔ اس لیے اصل فرض بچوں کی تربیت کا والد کے ذمے ہے لیکن اگر آپ اپنی اہلیہ کی تربیت کر لیں گے تو آپ کا یہ فرض آسان ہو جائے گا۔ کچھ کام میں وہ آپ کا ہاتھ بٹا دے گی۔ لہٰذا بیوی کی تربیت دو انداز سے انسان کو فائدہ دے سکتی ہے۔

تربیت کیسے؟

تربیت دو انداز سے ہو سکتی ہے یا تو نرمی سے تربیت کی جائے یا سختی کا انداز اختیار کیا جائے۔ قرآن مجید میں دونوں کا ہی ذکر ہے۔ نرمی کے حوالے سے قرآن مجید میں سورۃ التغابن آیت نمبر 14 میں ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَاِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ O

”اے اہل ایمان! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ان سے ذرا بچتے رہو لیکن اگر تم معاف کرو اور درگزر سے کام لو اور چشم پوشی کر جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

اس میں بھی اشارہ ہے کہ نرمی سے معاملہ کیا جائے اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں ارشاد ہوا: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء:19) اور تم ان عورتوں کے ساتھ بہترین طریقے سے زندگی

گزارو۔اور آنحضورﷺ نے بھی اپنے گھر والوں کی تربیت میں نرمی کا انداز اختیار کیا۔جہاں تک دین کا معاملہ تھا حضورﷺ نے ایک آدھ مرتبہ سختی بھی فرمائی۔واقعہ ایلاء بھی آتا ہے کہ حضورﷺ نے ایک مہینے تک اپنی بیویوں سے علیحدگی بھی اختیار کی۔سختی کی بھی قرآن مجید میں اجازت ہے قرآن مجید کی سورۃ النساء میں ہی ہے کہ﴿وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَ اهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَ اضۡرِبُوۡهُنَّ﴾ (النساء:34)اگر عورتیں تمہاری بات نہ مانیں تو تم ان کو پہلے سمجھاؤ پھر ان سے الگ رہنا شروع کر دو پھر ان کو مار بھی سکتے ہو۔لہٰذا قرآن مجید میں دونوں انداز کا ذکر ہوا ہے۔بہتر یہی ہے کہ انسان نرمی کا انداز اپنائے اور دنیاوی معاملات میں نرمی ہی رکھے،اگر دین کا معاملہ آجائے تو پھر سختی بھی کی جاسکتی ہے۔اس سلسلے میں نفسیات سے متعلق ایک بات نوٹ کر لینے کی ہے کہ ہر انسان کا ڈانٹ سہنے کا ایک کوٹہ ہوتا ہے انسان کو اس سے زیادہ ڈانٹا جائے تو اس سے برداشت نہیں ہوتا اور وہ پھٹ پڑتا ہے یہ مختلف انسانوں کا مختلف ہوسکتا ہے کوئی پانچ دفعہ دن میں ڈانٹ کھائے گا چھٹی دفعہ پھٹ پڑے گا کوئی دس دفعہ سہہ لے گا کوئی پندرہ بار۔تو ہماری بیویوں کا بھی ڈانٹ سہنے کا کوٹہ ہے اگر آپ نے وہ کوٹہ دنیا کے معاملے میں ہی پورا کر لیا مثلاً کوئی عورت اگر پانچ مرتبہ ڈانٹ سہہ سکتی ہے آپ نے صبح صبح اٹھتے ہی ڈانٹ دیا کہ ناشتہ کیوں نہیں صحیح بنایا،دفتر سے مجھے کیوں لیٹ کر دیا اور بازار میں دو چکر کیوں لگوادیے تو پانچویں دفعہ اگر آپ نماز کے لیے بھی کہیں گے تو وہ پھٹ پڑے گی اور آگے سے جواب دے دے گی۔تو بہتر یہی ہے کہ آپ دنیاوی معاملات میں صبر کریں۔اگر اس نے ناشتے میں لیٹ کر دیا آپ برداشت کر لیں دفتری معاملے میں اس کی وجہ سے کوئی تاخیر ہوگئی ہے تو آپ برداشت کرلیں لیکن جب دین کا معاملہ آئے کوئی نماز میں کوتاہی کر رہی ہے تلاوت میں کوتاہی کر رہی ہے تو آپ اس کو ڈانٹ بھی سکتے ہیں۔تو اس انداز سے جب ہم چلیں گے تو یہ معاملہ بہتر رہے گا۔اس میں خاص طور پر زبان کی احتیاط کی ضرورت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا﴾ (الاحزاب:70) اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو اور بات کرو بڑی سیدھی بات۔

یہ آیت نکاح کے موقع پر بھی پڑھی جاتی ہے۔میاں بیوی کے رشتے میں زیادہ تر لڑائی زبان کے غلط استعمال سے ہوتی ہے۔تو جب سمجھانے کا معاملہ ہو تو بھی انسان زبان بڑی احتیاط سے

استعمال کرے، فوری طور پر غصے کا اظہار نہ کرے بلکہ انسان سوچے کہ اصل میں غلطی کس کی ہے اور ساتھ یہ کہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا رہے۔ شیطان کا مقصد ہی یہ ہے کہ میاں بیوی میں لڑائی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ

اِنَّ اِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ: نِعْمَ أَنْتَ۔ قَالَ: فَيَلْتَزِمُهُ (صحیح مسلم)

شیطان اپنا تخت سمندر پر لگاتا ہے پھر وہاں سے اپنے ہرکارے بھیجتا ہے دنیا میں فساد مچانے کے لیے جو جتنا بڑا فساد کرتا ہے شیطان اس سے اتنا خوش ہوتا ہے۔ اس کے ہرکارے واپس آکر رپورٹیں دیتے ہیں تو ان سے شیطان اتنا خوش نہیں ہوتا لیکن ایک ہرکارہ جب آکر رپورٹ دیتا ہے کہ میں تو اس وقت تک اپنے کام میں لگا رہا جب تک کہ میں نے ایک میاں بیوی کے درمیان لڑائی نہیں کروا دی جدائی نہیں ڈلوا دی۔ تو شیطان اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور گلے لگاتا ہے کہ یہ ہے میرا اصل بندہ۔ تو یہ ذہن میں رکھیں کہ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈلوا دے۔ وہ بے شک نماز کی بنیاد پر بھی جدائی ڈلوا سکتا ہے نیکی کے کام پر بھی ایسی لڑائی ڈال دے گا کہ دونوں کے درمیان جدائی پڑ جائے گی تو یہ آپ نے ذہن میں رکھنا ہے کہ جدائی والا کام شیطان کا ہے۔ اس سلسلے میں ذرا غور اور عقل کا استعمال کیا جائے۔

آخری بات اس بارے میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کی جائیں جس طرح ہم سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں اہل ایمان کی دعا نقل کی گئی ہے کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا اے ہمارے رب! تو ہمیں ہماری بیویوں سے اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا۔

تربیت اولاد

یہ سب سے بنیادی اور اہم ذمہ داری ہے جو کہ ہم پر ہے اور اگر ہم اس ذمہ داری کو ادا کرنے والے بن جائیں تو ایک ہی نسل میں وہ وقت آئے گا گھر کی باقی ذمہ داریاں تقریباً ختم

ہو جائیں گی۔ اگر آج ہم نیکی کے سیدھے راستے پر ہیں اور ہم اپنی اولاد کی ایسی تربیت کریں کہ وہ بھی سیدھے راستے پر چل پڑے تو اگلی نسل میں آپ والدین کے درجے پر ہوں گے آپ کی اولاد ہو گی اور اولاد کے آگے بچے ہو چکے ہوں گے۔ آپ پہلے ہی نیک ہیں آپ نے اپنی اولاد کی تربیت کی ہے تو والدین پر ان کو سیدھا راستہ دکھانے کی جو ذمہ داری تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔ آپ نے اپنی ساری اولاد کی تربیت کی تھی بہنوں کی بھائیوں کی بھی تو بہن بھائیوں کو سیدھا راستہ دکھانے کی ذمہ داری بھی ختم ہو گئی۔ پھر انہی گھروں میں آپس میں اگر شادی ہو گئی تو بیوی بھی تربیت یافتہ ہو گی تو اہلیہ کی تربیت کی ذمہ داری بھی ختم ہو گئی۔ صرف آخری ذمہ داری پھر آپ کی اولاد کی ہی رہ جائے گی کہ وہ آگے اپنی اولاد کی تربیت کریں۔ تو آج اگر ہم اپنی اولاد کی تربیت کر لیں گے تو اگلے تیس سال بعد جب اگلی نسل جوان ہو گی تو ان کے اوپر صرف ایک ہی ذمہ داری رہ جائے گی کہ وہ اپنی اگلی نسل کی تربیت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے اس بارے میں بہت تفصیل سے ہدایات دی ہیں۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ (ترمذی)

کسی والد نے اپنی اولاد کو اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا کہ وہ اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرے ان کو اچھا ادب سکھائے

اسی طرح آنحضور ﷺ نے اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، (بخاری)

ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ہر بچے کو دین اسلام پر بھیجتا ہے باقی اب والدین کی تربیت کا اثر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح کا بچہ بنتا ہے۔ اولاد کی تربیت کے بارے میں اگر ہم دیکھیں تو اسلام کی جو ہدایات ہیں ان کا آغاز اُس وقت سے ہوتا ہے کہ جب انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کے لیے نیک ماؤں کا انتخاب کرو۔ ایک بچہ کا پیدا ہونا اور اس کی تربیت کرنا تو دور کی بات ہے آنحضور ﷺ ہمیں یہ ہدایت فرما رہے ہیں کہ اپنے بچوں کی جو تربیت کرنی ہے اس کے لیے تم

نیک ماں کا انتخاب کرو۔ وہی بات جو پہلے آئی کہ اگر ہم بیوی کا انتخاب اچھا کرلیں گے تو نہ صرف ہم اس کو آگ سے بچالیں گے بلکہ ہماری اولاد کی تربیت میں بھی وہ معاون ثابت ہوں گی۔

اولاد کی تربیت کے حوالے سے بھی دو اعتبار ہیں کہ ہم نے کیوں تربیت کرنی ہے۔ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:06) اور دوسرا یہ کہ اولاد ہمارے لیے صدقۂ جاریہ بن جائے گی۔جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهٗ (ترمذی) انسان مرجاتا ہے تو تمام اعمال اس کے منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین اعمال کے اور ان میں سے تیسرا عمل یہی ہے کہ انسان صالح اولاد چھوڑ کر مرے جو اس کے لیے دعائیں کرتی رہے۔تو اولاد کی تربیت ایک ذمہ داری بھی ہے اس کے ساتھ یہ ایک صدقۂ جاریہ بھی بن جاتا ہے انسان کے لیے عمل میں راستہ کھل جاتا ہے۔

پہلے میں نے بتایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کے لیے نیک ماؤں کا انتخاب کرو۔لیکن اس سے پہلے بھی ایک اہم چیز ہے وہ ہے رزق حلال۔اگر ہم رزقِ حلال نہیں کمارہے تو ہماری کسی قسم کی عبادات اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہیں، کوئی صدقہ قبول نہیں ہے۔اگر ہم اپنے بیوی اور بچوں کو حرام کا لقمہ کھلائیں گے تو بے شک وہ بظاہر نیک بھی بن جائیں لیکن ہمیں اس کا کوئی اجر ملنے والا نہیں ہے۔قیامت والے دن ہمارا بچہ ہم سے سوال کرے گا مجھے کیوں حرام کا لقمہ کھلایا۔تو سب سے بنیادی چیز جو آج ہم میں بیٹھے ہوئے ہر آدمی پر ضروری ہے کہ جس کی شادی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی وہ اپنی آمدنی پر توجہ کرے کہ اس کا رزق حلال کا ہونا چاہیے۔رزق حلال کے بغیر نہ کوئی عبادت قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے۔تو یہ ساری محنتیں چاہے وہ اولاد کی تربیت سے متعلق ہیں اور چاہے وہ ہماری تنظیمی محنت ہے اگر ہمارا رزق حلال کا نہیں ہے تو ساری محنت زیرو سے ضرب کھا کر زیرو ہوجائے گی۔تو سب سے پہلے رزق حلال ضروری ہے پھر اپنی اولاد کے لیے نیک ماؤں کا انتخاب کرنا۔اس کے بعد دین نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جب میاں اور بیوی قریب ہوں کہ جس طریقے سے اولاد کی پیدائش ہوتی ہے اس کے لیے بھی ایک دعا پڑھ لی جائے اور اس دعا کا مفہوم ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو ہم دونوں کو بھی شیطان سے بچا اور تو جو ہمیں اولاد کی

شکل میں رزق دے گا اس کو بھی شیطان سے بچا۔ اس سے اگلا مرحلہ ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اُس وقت ماں کو کیا کرنا چاہیے؟ یہ بات سائنسی لحاظ سے بھی ثابت ہے کہ اس وقت ماں کی عادات واطوار کا اور وہ جو کام کر رہی ہوتی ہے اس کا پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ تو اگر آپ نے اپنی بیوی کی دینی تربیت کر رکھی ہوگی اگر اس وقت بیوی تلاوتِ قرآن میں اور نیک کاموں میں مصروف رہتی ہے تو ظاہری سی بات ہے آپ کی اولاد پر اس کا اثر پڑے گا۔ تو اس کے بعد جب بچہ پیدا ہو جائے ہمارا دین ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، اس کا اچھا نام رکھا جائے اور پھر جب بچہ بڑا ہو جائے تو فرمانِ رسالت کے مطابق جب سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی تلقین کی جائے اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اس کو مارا جائے اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس موقع پر ان کے بستر الگ کر دیے جائیں۔ یہ بات ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نابالغ انسان کو مکلّف نہیں ٹھہراتا، بالغ انسان ہی کو حکم دیتا ہے۔ تو والدین کی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے بچے کو بالغ ہونے تک اللہ تعالیٰ کا ایسا فرمانبردار بنا دیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی دین کی ذمہ داری اس پر ڈالے تو وہ اپنی اس کو اٹھانے کے لیے بالکل تیار ہو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نماز پڑھو تو پہلے سے وہ نماز کا پابند ہو، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ روزہ رکھو تو وہ پہلے سے ہی روزے کا پابند ہو، اس کو یہ ساری باتیں پہلے سے معلوم ہوں یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ جیسے ہی بچہ بالغ ہو اللہ تعالیٰ کے احکامات کا جب وہ مکلّف ٹھہرے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار پہلے سے ہی ہوتا ہے پہلے سے ہی تیار ہو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے کے لیے۔

اگر ہم دیکھیں کہ اولاد کی تربیت کا کیا نصاب ہونا چاہیے ان کو کیا کیا باتیں سکھانی چاہئیں تو اس سلسلے میں ہم سورہ لقمان کے دوسرے رکوع کو اولاد کی تربیت کے نصاب کے حوالے سے دیکھیں گے۔ سورہ لقمان میں درج حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو پہلی نصیحت یہ ہے کہ

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کر، بے شک شرک بڑا گناہ ہے

اپنی اولاد کو سکھانے کی جو سب سے پہلی چیز ہے وہ یہ کہ اس کو شرک سے بچایا جائے اور توحید کی تعلیم

دی جائے۔ حضرت لقمان کی دوسری نصیحت ہے

یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ

اولاد کے دل میں ایمان بالآخرت پیدا کرنا کہ اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے تم اپنی ماں سے چھپا سکتے ہو تم اپنے باپ سے چھپا سکتے ہو تم اپنے بہن بھائیوں سے چھپا سکتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کو ظاہر بھی کر دے گا۔ تو ایمان بالآخرت کے حوالے سے یہ بات اپنی اولاد کو سمجھانے والی ہے۔ اگلی نصیحت میں وہ فرماتے ہیں:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ — اے میرے بیٹے نماز قائم کرو

تو نصاب میں تیسرا پوائنٹ یہ آیا کہ اولاد کو نماز کی تعلیم دی جائے ان کو نماز قائم کرنے کی ہدایت دی جائے۔ اگلا حکم ہے کہ

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ — اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو

اس کے بعد اگلا حکم ہے

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ — جو بھی تم پر تکلیف آئے اس پر صبر کرو

بعض دفعہ ہم اس کو پچھلی بات سے جوڑ دیتے ہیں کہ نہی عن المنکر کرو گے تو لوگ آگے سے مخالفت کریں گے اس پر صبر کرو لیکن یہ ایک جنرل ہدایت بھی ہے۔ اگر کوئی بچہ امیر والدین کے گھر میں ہے تو اس کو یہ بات سمجھانے کی ہے کہ بیٹا حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے، ہم پر بھی سخت حالات بھی آ سکتے ہیں کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ حلال روزی سے ہمیں جو روٹی مل رہی ہے یہ روٹی نہ ملے، آج ہم جس گھر میں حلال طریقے سے رہتے ہیں ہو سکتا ہے یہ گھر ہمارے پاس نہ رہے۔ تو صبر کی تعلیم اپنی اولاد کو سکھانا بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد اگلی نصیحت ہے

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ

کہ اے میرے بیٹے گال پھلا کر لوگوں سے بات مت کرو اور زمین پر اکڑ کر مت چلو بے شک اللہ کسی اکڑنے والے اور اِترانے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو

یہ خاص کر جو کسی امیر ماں باپ کے بیٹے ہیں ان کے ذہن میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارے گھر میں تو یہ چیز ہے ہمارے گھر میں تو یہ چیز ہے۔ تو یہ نصیحت بھی ہے کہ تکبر دل میں پیدا نہ ہو، گال پُھلا کر دوسروں سے بات نہ کی جائے اور اس کے بعد آخری نصیحت یہ ہے کہ

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ O

اونچی آواز سے نہ بولو کیونکہ سب سے بری آواز تو گدھے کی آواز ہے

تو بچے خاص طور پر بہت چیختے چلاتے ہیں تو یہ بات بھی ان کو سمجھانے کی ہے۔ ان نصیحتوں میں سے ایک نصیحت جو اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے شامل کی تھی وہ ہے کہ والدین کا احترام کرو والدین کے حقوق کا خیال رکھو۔ تو اُمید کی جاسکتی ہے کہ اگر ہم یہ ساری چیزیں حضرت لقمان کے کہنے کے مطابق خود اپنی اولاد کو سکھا دیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کو ہمارا فرمانبردار بنا دے گا۔

اولاد کی تربیت کے حوالے سے مزید کچھ ہدایات بھی ہیں۔ سب سے بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم خود نمونہ بنیں، جب ہم خود نمونہ بنیں گے تو اولاد کی تربیت کرنا آسان ہو جائے گا۔ جب ہم خود نماز پڑھیں گے تو اولاد کو نماز پڑھانا آسان ہو جائے گا، جب ہم خود سچ بولیں گے تو اولاد کو یہ کہنا کہ سچ بولو اور جھوٹ چھوڑ دو، آسان ہو جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اہل ایمان قیامت والے دن آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ﴾ ہم پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ یعنی خود ہم بھی نمونہ تھے اور ہم نے اپنی اولاد کی تربیت کی اور ان کو بھی اسی راستے پر لگایا۔ گھر میں عبادات کا اہتمام کریں، خاص طور پر نفل نماز، فرض نماز تو ظاہر ہے مسجد میں ہی ادا کرنی ہے۔ حضور ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ گھروں میں ادا کرو۔ جب ہم گھر میں نماز پڑھیں گے تو ہمیں دیکھ کر انہیں بھی اندازہ ہوگا کہ نماز کوئی چیز ہے جس کو ادا کرنا چاہیے۔ اور گھر میں اولاد کے سامنے نفلی روزے بھی رکھیں اور تلاوت وغیرہ کریں تاکہ ان کو احساس ہو۔ اچھی بات پر اپنی اولاد کی حوصلہ افزائی کریں اور غلط حرکت پر کبھی خوش نہ ہوں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ چھوٹا بچہ اگر اپنے والدین کو گالی بھی دے رہا ہے

پاگل بھی کہہ رہا ہےتو والدین بڑے خوش ہوتے ہیں کہ چلو منہ سے کچھ بولا تو ہے،نہیں بلکہ غلط بات پر اس کی کبھی حوصلہ افزائی نہ کریں۔کبھی خوش نہ ہوں۔ بچے جب بڑے ہوجائیں تو ان کو طہارت کے مسائل اور ستر اور لباس کی تمیز سکھائی جائے،سبق آموز واقعات سے ان کی تربیت کی جائے اور صبر وشکر کی تلقین کی جائے۔آخری بات یہ ہے کہ ان کے لیے خصوصی طور پر دعائیں کی جائیں۔جس طرح بیویوں کے بارے میں سورۂ فرقان کی آیت میں نے آپ کے سامنے بیان کی،اس میں اولاد کے لیے دعا بھی ہے: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں سے اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب فرما۔

جس طرح سورۂ ابراہیم میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل ہوئی:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا

اے میرے رب! تو مجھے بھی نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی

یا سورۂ احقاف میں بیان ہوا:

وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي — اے میرے رب! میرے لیے میری اولاد کی اصلاح فرما

یعنی اگر میری اولاد کی اصلاح ہوگی تو وہ میرے لیے صدقۂ جاریہ بنے گی اور تیرا حکم بھی ہے تیری طرف سے ذمہ داری بھی ہے۔لہٰذا محنت بھی کی جائے اور اصل دل بدلنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے تو اللہ تعالیٰ سے خصوصی طور پر دعائیں بھی مانگی جائیں اور ایسا گھرانہ ہو کہ جس میں یہ سارے کام ہو رہے ہوں کہ گھر کا سربراہ خود بھی نمونہ بنے اور اپنی بیوی اور بچوں کی تربیت کر رہا ہو، گھر والے بھی تربیت میں ساتھ دے رہے ہوں اور تربیت یافتہ بنتے چلے جا رہے ہوں اس کی مثال قرآن مجید میں سورہ توبہ میں بیان کی گئی

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں ایک دوسرے کے پشت پناہ ہیں

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبہ:71)

وہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے رہتے ہیں اور برائی سے منع کرتے رہتے ہیں اور نماز قائم کرتے

ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب ہے حکمتوں والا ہے

اگر بیوی کوئی کوتاہی کر رہی ہے تو شوہر اس کو منع کر رہا ہے شوہر میں کوئی کوتاہی ہے تو بیوی توجہ دلا رہی ہے۔ اولاد میں کوئی کمی ہے تو والدین ان کی اصلاح کر رہے ہیں، والدین میں کوئی کمی نظر آ رہی ہے تو اولاد توجہ دلا رہی ہے۔ ایسا پاکیزہ گھرانہ جب آخرت میں یہ جائے گا اس کا نقشہ سورۂ طور میں کھینچا گیا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

وہ لوگ جو کہ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کی پیروی کی ایمان کے ساتھ

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (الطّور:20)

ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ساتھ جوڑ دیں گے اور ان کے کسی عمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے

ظاہر ہے ایک گھر میں جتنے بھی لوگ ہیں سب کا ایمان ایک جیسا تو نہیں ہے اور سب کے اعمال بھی ایک جیسے نہیں ہیں تو گھر والوں میں جس کا درجہ سب سے بلند ہوگا اللہ تعالیٰ باقی سارے گھر والوں کو اس کے ساتھ شریک کر دے گا، ان کے برابر کر دے گا۔

سورۂ فرقان کی ہم نے آیت پڑھی اس کے آخر میں جو آیا ہے ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں متقین کا امام بنا دے۔ یعنی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے گھر والوں میں سب سے آگے میں ہوں۔ قیامت والے دن سب سے بلند درجہ میرا ہو، میری وجہ سے میری بیوی کے درجات بھی بلند ہو جائیں، میری اولاد کے درجات بھی بلند ہو جائیں۔ یہی مفہوم ہے آیت کے اس حصے کا۔ میری اولاد بھی متقی ہو میری بیوی بھی متقی ہو لیکن ان کا امام میں ہوں ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ اے اللہ ہمیں متقین کا امام بنا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس حوالے سے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یارب العالمین

اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیّت واِفادیّت

7

مولانا امین عزیز بھٹی حفظہ اللہ
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور)

۴۔ والدین سے حسنِ سلوک:

پہلے ''والدین کے ساتھ احسان'' کے زیرعنوان احسان مندی کے متعلق تفصیل بیان ہوچکی ہے، یہاں عمومی طور پر والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت و مدارت اور اطاعت کے متعلق چند پہلوؤں کا ذکر کیا جارہا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًاo وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًاo رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًاo (بني إسرائيل: ٢٣-٢٥)

''تمھارے پروردگار نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ تنہا اسی کی عبادت کرواور والدین کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرو، ان میں سے کوئی ایک یا دونوں اگر تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف کہواور نہ جھڑک کر جواب دو، بلکہ تم ان سے ادب کے ساتھ بات کرو۔اور ان کے لیے رحمت سے عاجزی کے بازو جھکائے رکھواور دعا کرتے رہو کہ اے میرے پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے

(رحمت وشفقت کے ساتھ) مجھے بچپن میں پالا تھا۔(لوگو!) تمھارے دلوں میں جو کچھ ہے، اسے تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے، اگر تم سعادت مند رہو گے تو پلٹ کر آنے والوں کے لیے وہ بہت درگزر فرمانے والا ہے۔''

تمام کتب سماویہ میں اور قرآن مجید میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ان کے ساتھ گفتگو کے دوران لہجے میں نرمی، برتاؤ میں عزت واحترام، مصاحبت میں محبت و شرافت، رہن سہن میں سعادت مندی ودل داری، لین دین میں فراخ دلی وتسامح اور معاملات میں اطاعت وفرماں برداری کی تلقین کی گئی ہے۔مشکل حالات میں صبر وتحمل، بردباری، برداشت اور شفقت ومحبت کے بازو پھیلائے رکھنے کی وصیت کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَo اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَo وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَo اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَo

(الأحقاف: ۱۵ـ۱۸)

''ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت کر رکھی ہے، اس کی ماں نے بڑی مشکل سے اس کو اپنے پیٹ میں رکھا اور بڑی مشکل سے اس کو جنا اور اس کا پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا (کم وبیش) تیس مہینوں میں ہوا، یہاں تک کہ (ان سب مراحل سے گزر کر) جب انسان اپنی پختہ عمر کو پہنچتا ہے اور چالیس برس کا ہو جاتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے

احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمایا ہے اور میں وہ نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہیں، تو میری اولاد میں بھی میرے لیے نیک بختی پیدا کردے، میں نے تیری طرف رجوع کیا اور بلاشبہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ یہی لوگ ہیں کہ جن کے اچھے اعمال ہم قبول کریں گے اور جن کے بُرے اعمال سے درگزر فرمائیں گے (اور وہ) جنت والوں میں ہوں گے، یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا رہا ہے۔ (اس کے برخلاف) جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم پر تُف ہے، کیا تم مجھے اس سے ڈراتے ہو کہ میں (دوبارہ زندہ کرکے) قبر سے نکالا جاؤں گا، جب کہ مجھ سے پہلے کتنی ہی قومیں گزر چکی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی نکل کر نہیں آیا؟ ماں باپ اللہ کی دہائی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیرا ناس ہو! ایمان لے آ ؤ، یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے، مگر وہ کہتا ہے: کچھ نہیں مگر اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی بات پوری ہوگئی کہ یہ انھی گروہوں میں شامل ہیں جو ان سے پہلے جِنّوں اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں، بے شک یہ نامراد ہونے والے ہی تھے۔''

اس آیت مبارکہ میں والدین سے حسن سلوک کا اجر اور بدسلوکی کی سزا بھی بیان ہوئی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ والدین سے حسن سلوک کرنے والے انسان کے لیے جنت کا حصول آسان ہو جاتا ہے کیونکہ جنت ماں باپ کی خدمت سے ملتی ہے۔ حدیث میں مروی ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ)) قِيلَ: مَنْ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ)) (صحیح مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاک آلود ہو ناک اس کی، پھر کہا: خاک آلود ہو ناک اس کی۔ پوچھا گیا: کس کی یا رسول اللہ!؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے والدین کو بڑھاپے میں پائے، دونوں کو یا ان میں سے ایک کو، پھر وہ (ان کی خدمت گزاری کرکے) جنت میں نہ جائے۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے، اسے سنبھال کر رکھو یا ضایع کردو۔ (سنن ترمذی، رقم: ۱۹۰۰، سنن ابن ماجہ، رقم: ۲۰۸۹)

والدین کو خوش رکھنا اور انھیں کسی قسم کا غم نہ دینا باعثِ اجر وثواب ہے، حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَتٰی رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ، اِنِّی جِئْتُ أُرِیدُ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰہِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، وَلَقَدْ أَتَيْتُ وَاِنَّ وَالِدَيَّ لَيَبْكِيَانِ، قَالَ: ((فَارْجِعْ اِلَيْهِمَا، فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا)) (صحيح بخاري، رقم: ٣٠٠٤، صحيح مسلم، رقم: ٢٥٤٩، سنن ابن ماجه: ٢٧٨٢، واللفظ له)

”حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ جہاد کے اِرادے سے آیا ہوں جس سے میرا مقصد رضائے الٰہی اور آخرت میں اجر وثواب ہے، لیکن میرے آتے وقت میرے والدین رو رہے تھے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس واپس لوٹ جاؤ اور جس طرح تو نے انھیں رُلایا ہے، اسی طرح انھیں ہنسا۔“

والدین کی خدمت ومدارت کرنا اور انھیں خوش رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا اور انھیں آرام وسکون پہنچانے کے لیے ہر ممکن تگ ودَو کرنا سعادت مندی شمار ہوتی ہے۔ بلاشبہ والدین کی خوشی کے لیے ہر کوشش باعث اجر ہے، حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا شَابٌّ مِنَ الثَّنِيَّةِ، فَلَمَّا رَأَيْنَاهُ بِأَبْصَارِنَا قُلْنَا: لَوْ أَنَّ هٰذَا الشَّابَّ جَعَلَ شَبَابَهُ وَنَشَاطَهُ وَقُوَّتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰہِ۔ قَالَ: فَسَمِعَ مَقَالَتَنَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ: وَمَا سَبِيلُ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ قَتَلَ؟ مَنْ سَعٰی عَلٰی وَالِدَيْهِ فَفِي سَبِيلِ اللّٰہِ، وَمَنْ سَعٰی عَلٰی عِيَالِهِ فَفِي سَبِيلِ اللّٰہِ، وَمَنْ سَعٰی عَلٰی نَفْسِهِ لِيُعِفَّهَا فَفِي سَبِيلِ اللّٰہِ، وَمَنْ سَعٰی عَلَى التَّكَاثُرِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ –وفي رواية:– الطاغوت)). (سنن الكبرىٰ للبيهقى)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ثنیہ کی جانب سے ایک نوجوان آتے ہوئے دکھائی دیا، جب ہم نے اسے دیکھا تو کہا: کاش یہ نوجوان اپنی قوت وطاقت اور جوانی اللہ کی راہ میں وقف کردیتا۔ ہماری یہ بات سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ’’فی سبیل اللہ‘‘ (اللہ کی راہ میں) وہی ہے جوشہید کردیا جائے؟ (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) جس نے اپنے والدین کے لیے محنت کی وہ اللہ کی راہ میں ہے، جس نے اپنے اہل وعیال کے لیے محنت کی وہ بھی اللہ کی راہ میں ہے، جس نے اپنے آپ کو پاک دامن رکھنے کے لیے تگ ودو کی وہ بھی اللہ کی راہ میں ہے، (ہاں البتہ) جس نے مال ودولت زیادہ اکٹھا کرنے کے لیے محنت کی وہ شیطان اور ایک روایت کے مطابق طاغوت کی راہ میں ہے۔‘‘

والدین سے حسن سلوک کے مظاہر:

والدین سے حسن سلوک کے متعلق قرآن وسنت میں جو مظاہر بیان ہوئے ہیں، ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

اولاً: ادب واحترام: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًاo (بني إسرائيل: ۲۳)

’’تم اُن (والدین) کو اُف کہو اور نہ جھڑک کر جواب دو، بلکہ تم ان سے ادب کے ساتھ بات چیت کرو۔‘‘

معلوم ہوا کہ والدین سے گفتگو کرتے وقت ان کا ادب واحترام ملحوظ خاطر رہنا چاہیے۔ بدکلامی وتلخ گوئی، ڈانٹ ڈپٹ اور گستاخی سے روکا گیا ہے۔ اس کے برعکس نرمی، عزت واِکرام اور حوصلے سے گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ثانیاً: والدین کے لیے شفقت و رحمت: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (بني إسرائيل: ۲٤)

’’اوران کے لیے رحمت سے عاجزی کے بازو جھکائے رکھو۔‘‘

اس آیت میں ’’جناح‘‘ کی تعبیر اختیار کی گئی ہے جس میں اشارہ ہے کہ جس طرح

والدین پرندوں کی طرح اپنے چھوٹے بچوں کو بازوؤں میں چھپائے رکھتے ہیں، اسی طرح بچوں کو بھی چاہیے کہ اپنے بوڑھے والدین کو رحمت وشفقت اور محبت واطاعت کے بازوؤں میں چھپا کر رکھیں۔ انھیں چاہیے کہ والدین کے ساتھ ویسا ہی رویہ اختیار کریں جیسا کہ بچپن میں والدین نے ان کی تربیت وپرورش میں اختیار کیا تھا۔

ثالثاً: والدین کے لیے دعا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا o (بني إسرائيل: ٢٤)

''اور (ان کے لیے دعا میں) کہو: اے میرے پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے (رحمت وشفقت کے ساتھ) مجھے بچپن میں پالا تھا۔''

کسی کے لیے رحم وکرم کی دعا اسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان اس سے محبت وعقیدت کا تعلق رکھتا ہو۔ اس آیت میں والدین کے لیے رحم کی دعا کرتے رہنے کی تلقین سے ان سے تعلق خاطر کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ رویہ ان کی زندگی ہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ))(صحيح مسلم، رقم: ١٦٣١)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال تین چیزوں کے علاوہ منقطع ہو جاتے ہیں: (۱) جاری رہنے والا صدقہ، (۲) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے، (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

رابعاً: والدین کے لیے شکرگزاري: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ o [لقمان: ١٤]

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نصیحت کی ہے، اس کی ماں

نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا، (پھر پیدائش کے بعد) دو سال میں جا کر اس کا دودھ چھڑانا ہوا، (ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر بجا لاؤ اور اپنے والدین کے شکر گزار رہو (اور یاد رکھو کہ بالآخر) میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ جس ماں نے حمل، وضع حمل، رضاعت، پرورش اور تربیت کے کٹھن مراحل عبور کیے ہوں اس کا شکر بجا لانا عین انصاف اور تقاضائے احسان ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ماں کا حق باپ کے مقابلے میں تین درجے زیادہ قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم: ۵۹۷۱)

خامساً: والدين كي غلطي پر برداشت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (لقمان: ۱۵)

''اور اگر تمھارے والدین تم پر زور ڈالیں کہ کسی کو میرا شریک ٹھہراؤ جس کے بارے میں تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو ان کی بات نہ ماننا، البتہ دنیاوی معاملات میں ان سے اچھا برتاؤ رکھنا اور پیروی اُنھی کے طریقے کی کرنا جو میری طرف متوجہ ہوتے ہیں، پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔''

یہی مضمون سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۸ میں بھی بیان ہوا ہے کہ والدین اگر شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کی بات نہ مانی جائے لیکن اس سے ان کے ساتھ حسن سلوک میں کوئی فرق نہیں آنا چاہیے۔ والدین اگر غیر مسلم یا شرک کرنے والے بھی ہوں تو ان کے ساتھ نرمی کا رویہ رکھنے اور حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے، ان کی غلطیوں کو برداشت کرنے اور دنیاوی اُمور میں نیک برتاؤ قائم رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ (جاری ہے)

غزہ کی جنگ۔۔۔ نئی عالمی جنگ کے خدشات!
امت مسلمہ کے لیے متحد ہونے کا ایک اہم موقع

ابوفیصل محمد منظور انور

7 اکتوبر 2023ء کو شروع ہونے والی حماس اسرائیل جنگ کو ایک سال گزر چکا ہے۔ اور اب یہ دریافت کرنے کا وقت ہے کہ کیا ہم اس یادگار واقعہ اور اس کے بعد رونما ہونے والی صورت حال کو بہتر سمجھ رہے ہیں۔ مورخین کے لیے عام طور پر ایک سال کوئی اہم نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ تاہم پچھلے 12 مہینوں میں جو کچھ ہوا وہ ایک وسیع تر تاریخی تناظر میں آتا ہے، جو کم از کم 1948ء تک پھیلا ہوا ہے۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق اب تک غزہ اور اردگرد علاقوں میں 50 ہزار کے لگ بھگ فلسطینی شہید کردیے گئے ہیں۔ غزہ کے 20 لاکھ لوگ بے گھر ہو چکے ہیں۔ اکتوبر کے دوسرے ہفتے تک مغربی کنارے میں مزید 1 ہزار فلسطینی شہید ہو چکے ہیں۔ ادھر لبنان میں مزید 10 لاکھ افراد بے گھر اور دو ہزار سے زیادہ ہلاکتیں ہو چکی ہیں۔ چند روز پہلے لبنان پر ایک اور اسرائیلی حملے میں 21 افراد ہلاک اور بیسیوں زخمی ہو گئے۔ 7 اکتوبر 2023ء کو 1200 سے زیادہ اسرائیلی مارے گئے تھے۔ اس کے بعد شروع ہونے والی حماس، اسرائیل جنگ میں مزید 350 اسرائیلی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ حزب اللہ کے راکٹ حملوں میں بھی 50 کے قریب اسرائیلی فوجی اور عام شہری مارے گئے ہیں جبکہ دو لاکھ اسرائیلیوں کو غزہ اور لبنان کے قریب غیر مستحکم شمالی سرحد کے ساتھ واقع گھر چھوڑنے پڑے ہیں۔ اکتوبر کے پہلے دو ہفتوں میں اسرائیلی جارحیت میں تیزی نظر آتی ہے۔ اقوام متحدہ کے امن مشن کے سربراہ نے کہا ہے کہ اسرائیل اور

حزب اللہ کے درمیان شدید لڑائی اور امن فوج کے پانچ اہلکاروں کے زخمی ہونے اور اسرائیل کے مطالبات کے باوجود اقوام متحدہ کے امن دستے لبنان میں تمام عہدوں پر رہیں گے۔ خبر رساں ادارے رائٹرز نے رپورٹ کیا ہے کہ غزہ شہر کے شیخ رضوان محلے میں اسرائیلی فضائی حملے میں کم از کم آٹھ فلسطینی ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے ہیں۔ اسرائیلی حملے میں جبالیہ کیمپ میں ایک مکان کو نشانہ بنایا گیا جس میں کم از کم چار افراد ہلاک ہو گئے۔ غزہ کی پٹی کے شمال میں بے گھر لوگوں کو پناہ دینے والے ایک اور اسکول پر اسرائیلی بمباری میں متعدد فلسطینی ہلاک اور زخمی ہو گئے ہیں۔ وسطی غزہ کے دیر البلاح میں الاقصیٰ ہسپتال کے میدان میں قائم خیموں کے کیمپ پر اسرائیلی لڑاکا طیاروں کی بمباری کے نتیجے میں کم از کم چار فلسطینی ہلاک اور درجنوں زخمی ہو گئے ہیں۔ مقبوضہ مغربی کنارے کے علاقے جنین میں اسرائیلی فوج کے آٹھ گھنٹے جاری رہنے والے چھاپے کے دوران ایک بچہ اور ایک نوجوان ہلاک ہو گیا ہے۔ اسرائیل میں 7 اکتوبر 2023ء کو حماس کے حملوں میں مرنے والوں کی یاد منائی گئی ہے۔ پورے مشرق وسطیٰ میں بہت سے دوسرے فریق بھی اس لڑائی میں شامل ہو چکے ہیں۔ عراق اور یمن سے بھی اسرائیل پر راکٹ داغے گئے ہیں جبکہ اسرائیل اور ایران کے مابین بھی میزائل حملوں کا تبادلہ ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ ابھی تھمتا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ بحران کو مزید بڑھنے سے روکنے کے لیے عالمی سطح پر کوششیں جاری ہیں۔ یو این او کی جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کے اجلاسوں میں بحث وتمحیص اور لاتعداد سفارتی مشنز کے مکالموں کے باوجود نتیجہ صفر ہے۔ ماضی میں امریکہ کسی بھی معاملے میں شاذ و نادر ہی اتنا کم بااثر نظر آیا ہے۔ جیسے جیسے تنازع پھیلا اس کی منافقت صاف نظر آنے لگی ہے۔ سات اکتوبر سے پہلے اور بعد میں غزہ کے باشندوں کی زندگیوں کو تو اب تقریباً فراموش کر دیا گیا ہے کیونکہ عالمی ذرائع ابلاغ کی مشرق وسطیٰ میں ایک کھلی جنگ ہونے کے امکان پر توجہ مرکوز ہے۔ کچھ اسرائیلی جن کی زندگیاں بھی حماس کے حملے کے نتیجے میں تلپٹ ہو گئی تھیں وہ بھی اسی طرح نظر انداز کیے جانے کا شکوہ کر رہے ہیں۔ حماس کے ہاتھوں یرغمال بننے والے نمرود کوہن کے والد یہودا کوہن نے گذشتہ ہفتے اسرائیلی کان نیوز کو بتایا کہ ہمیں ایک طرف کر دیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کو ایک بے مقصد جنگ شروع کرنے کا ذمہ دار سمجھتے ہیں، ایک ایسی جنگ جس نے ہمارے خلاف تمام

ممکنہ دشمنوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اس نے کہا کہ نیتن یاہو سات اکتوبر کے واقعے کو ایک معمولی واقعے میں بدل دینے کے لیے بڑی کامیابی کے ساتھ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ جنگ کا دائرہ غزہ سے آگے نکل کر دیگر کئی مسلم ممالک تک وسیع ہوتا نظر آ رہا ہے۔

معصوم فلسطینی عوام گزشتہ آٹھ دہائیوں سے اسرائیلی ظلم و بربریت اور جارحیت کا شکار ہیں۔ اسرائیل فلسطینیوں کی قیمت پر اپنے علاقوں میں توسیع کر رہا ہے اور فلسطینیوں کی زمینوں پر قبضہ کر کے انہیں ان کے فطری حقوق سے محروم کر رہا ہے۔ مسلم عوام اور حکومتیں فلسطین میں اسرائیلی پالیسیوں پر شدید ردعمل کا اظہار کر رہی ہیں۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا قیام 25-22 ستمبر 1969ء کو رباط میں ہونے والی پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس کے فیصلے کے ذریعے کیا گیا تھا، جو کہ مسجد اقصیٰ پر آتشزدگی کے حملے سے مشتعل عالم اسلام کے ردعمل پر منعقد ہوئی تھی۔ او آئی سی کے چارٹر کے مطابق جب اس شہر کو اسرائیلی قبضے سے آزاد کرایا جائے گا تو (القدس) یروشلم اس تنظیم OIC کا مستقل ہیڈ کوارٹر بن جائے گا۔ بدقسمتی سے دو ارب مسلم دنیا کا یہ خواب پون صدی گزر جانے کے باوجود شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہیں آتا ہے بلکہ اسرائیلی جارحیت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اب تو اس نے لبنان اور ایران پر بھی حملے کرنے شروع کر رکھے ہیں۔ او آئی سی کے چارٹر کے مطابق، تنظیم کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ فلسطینی عوام کو اپنے حق خود ارادیت کا استعمال کرنے اور القدس الشریف کے دارالحکومت کے طور پر اپنی خودمختار ریاست کے قیام کے لیے حمایت اور بااختیار بنانا ہے۔ گزشتہ ایک سال سے اسرائیل کی طرف سے فلسطینی عوام کی نسل کشی کا نشانہ بنانے کے باوجود مسلم دنیا کی جانب سے کوئی ٹھوس ردعمل سامنے نہیں آیا۔ او آئی سی نے 11 نومبر 2023ء کو ریاض میں منعقدہ مشترکہ عرب اور اسلامی سربراہی اجلاس میں اسرائیلی مظالم کے حوالے سے اہم فیصلے کیے تھے۔ سربراہی اجلاس میں غزہ کا محاصرہ ختم کرنے اور فلسطینیوں کو انسانی امداد کی فراہمی پر زور دیا گیا تھا۔ تاہم 10 مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ پر مشتمل ایک رابطہ گروپ قائم کرنے کے باوجود ان میں سے کسی بھی ایک فیصلے پر عمل نہیں ہوا۔ اور نہ ہی او آئی سی نے زمینی حالات کو تبدیل کرنے کے لیے مزید اقدامات کیے ہیں۔ اگرچہ بے گناہ فلسطینیوں پر روزانہ حملے ہوتے ہیں اور اسرائیلی جارحیت سے ہزاروں افراد کی شہادت ہونے کی

اطلاعات ہیں، جن میں زیادہ تر بچے اور خواتین شامل ہیں، لیکن ہنوز مسلم ممالک کی اکثریت اسرائیل کے ساتھ اپنے سیاسی اور اقتصادی تعلقات منقطع کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔ المناک پہلو یہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات کو معمول پر لانے کی کوششوں کو معطل نہیں کیا ہے۔ تقریباً 20 لاکھ فلسطینیوں کو خوراک، صاف پانی اور ادویات کی شدید قلت کا سامنا ہے۔ اسرائیل کی بمباری سے غزہ کا بیشتر حصہ تباہ ہو چکا ہے۔ بعض مسلم ممالک نے تو اسرائیلی جارحیت اور فلسطینیوں کے خلاف جاری نسل کشی کے خاتمے کا مطالبہ بھی نہیں کیا۔ تاہم 7 اگست کو سعودی عرب میں منعقدہ 57 رکنی او آئی سی کے غیر معمولی اجلاس میں او آئی سی نے اسماعیل ہنیہ کے قتل کا ذمہ دار اسرائیل کو ٹھہرایا۔ رکن ممالک نے صہیونی ادارے کے ہاتھوں فلسطینیوں پر ظلم، تشدد اور بڑے پیمانے پر قتل عام کی مذمت کی۔ او آئی سی نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا کہ وہ بین الاقوامی امن و سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے موثر اقدامات کرے۔ 15 اکتوبر 2024ء الجزیرہ میں شائع شدہ پورٹ کے مطابق غزہ میں فلسطینیوں کی نسل کشی کے ایک سال سے زائد عرصے کے دوران فرانس اور یورپی رہنماؤں کی جانب سے اسرائیل کے خلاف کارروائی نہ ہونے کے خلاف پیرس میں ہزاروں افراد جمع ہوئے۔ مظاہرین نے فرانس کی طرف سے اسرائیل کو ہتھیاروں کی حمایت جاری رکھنے کی مذمت کی۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیل کے لیے امریکی ہتھیاروں کی فراہمی پر نیو یارک میں مظاہرین نے نیویارک اسٹاک ایکسچینج کو بلاک کر دیا۔ سینکڑوں مظاہرین نے نیویارک سٹاک ایکسچینج کو بلاک کر کے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ وہ غزہ اور لبنان میں اسرائیل کی جنگوں کو مسلح کرنے اور فنڈز فراہم کرنے سے روکے اور تشدد سے فائدہ اٹھانے والی ہتھیاروں کی فرموں کی مذمت کرے۔ پان اسلامک تنظیم نے یروشلم کے اسلامی تشخص کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیا۔ او آئی سی نے بھی اپنے رکن ممالک سے اسرائیل کے خلاف سفارتی، قانونی اور سیاسی اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر بات ابھی تک زبانی جمع خرچ کرنے تک محدود ہے۔ ایک سال گزر چکا مگر کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا ہے۔ وقت آنے والا ہے کہ سیاسی طور پر باشعور لاکھوں مسلمان ہزاروں بے گناہ فلسطینیوں کے قتل عام اور لاکھوں افراد کے بے گھر ہونے پر سوال اٹھائیں گے؟ لگتا ہے جلد یا بدیر مسلم اقوام اپنی حکومتوں

سے اسرائیلی مظالم کے خلاف فلسطینیوں کی وسیع پیمانے پر جاری نسل کشی پر مزید ٹھوس اقدامات کرنے کا مطالبہ کریں گی۔ تاہم اسرائیل کی جانب سے تنازعات کو دوسرے ممالک، جیسے لبنان، ایران، شام اور یمن تک پھیلانے کی کوششیں شروع ہو چکی ہیں، ان حالات میں ان مسلم ممالک کے حکمرانوں کے لیے مزید چیلنجز پیدا کریں گی جو فلسطین کی صورتحال سے لاتعلق ہیں۔ نتیجتاً بہت سی مسلم ریاستیں بالآخر عوامی دباؤ سے مجبور ہوں گی کہ وہ تشدد کو محدود کرنے اور تنازعات سے نمٹنے کے لیے اپنا زیادہ اور موثر کردار ادا کریں۔

ایک سال پہلے بہت کم لوگوں نے سوچا ہوگا کہ مشرق وسطیٰ کئی دہائیوں میں سب سے خطرناک حالات کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایک برس بعد جہاں جاری تصادم کے اثرات پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں، امن کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کا سلسلہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا اور پالیسیاں بنانے والے اس سے نمٹنے کے لیے کچھ جدوجہد کر رہے ہیں۔ اب جبکہ غزہ میں شروع ہونے والی جنگ دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہے، لڑائی کے خاتمے کے بعد غزہ کی بحالی اور وہاں حکومت کیسی ہوگی؟ جیسی باتیں بند ہو چکی ہیں یا ایک بڑی جنگ کے خدشے کے پیش نظر کہیں پیچھے رہ گئی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ فلسطینیوں کے ساتھ اسرائیل کے تنازعے کے حل کے بارے میں بھی کوئی معنی خیز بحث کا بھی امکان دکھائی نہیں دے رہا۔ اگر کسی موقع پر اسرائیل محسوس کرتا ہے کہ اس نے حماس اور حزب اللہ کو کافی نقصان پہنچا لیا ہے۔ تو وہ یاد رکھے اسرائیل اور ایران دونوں اپنا ردعمل ظاہر کر چکے ہیں۔ خطے میں مزید گہرے بحران کے پیدا ہونے کے خدشات جنم لے رہے ہیں۔ نئی عالمی جنگ سے بچنے کیلئے سفارتکاری کو شاید ایک موقع اور مل سکتا ہے ۔لیکن ابھی یہ سب کچھ کہیں بہت دور محسوس ہوتا ہے۔ مسلم ممالک کی قیادت سر ریت میں دے کر بیٹھی ہے۔ بڑی جنگ سے بچنے کیلئے باہمی اتحاد و اتفاق اور مشاورت کے ساتھ جنگ کو پھیلنے سے روکنے کیلئے احسن اقدامات کرنے کی اشد اور فوری ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ علاقہ نئی عالمی جنگ کی لپیٹ میں آجائے اور پھر امہ مسلمہ ہاتھ ملتی رہ جائے۔

ے
نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

عورت، اقبال کی نظر میں

پروفیسر خداقت انوار الحق
(مرسلہ: محمد انور سعید، جھنگ)

علامہ اقبال کی نگاہِ بصیرت افروز میں عورت کا مقام نہایت بلند اور محترم ہے۔ صنف نازک کے وجود سے نگارخانہ دنیا سراپا رنگ و بو ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا: ؎

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ — اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریّا سے مشت خاک اس کی — کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنوں
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی، لیکن — اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

اقبال کے نقطہ نظر سے عورت کی تعلیم و تربیت ایسی ہونی چاہیے جو اس کی فطری صلاحیتوں کو جلا بخشے تاکہ وہ قوم کی اجتماعی خودی کی بقا اور تحفظ کے فرائض حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکے۔ اس عظیم موقف کی تقویت کے لیے علامہ اقبال مغربی علوم و فنون کی ملمع کاری کو ایک مسلمان خاتون کے لیے مہلک سمجھتے ہیں۔ اس تعلیم کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ وہ اس امومت (ماں بننے) کے فراض سے کترائے گی۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم سے بھی جس حد تک کہ افراد قوم کی شرح ولادت کا تعلق ہے جو نتائج مرتب ہوں گے وہ بھی غالباً پسندیدہ نہ ہوں گے۔"

ملت بیضا پر عمرانی نظر ضرب کلیم میں رقم طراز ہیں: ؎

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت — ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن — کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

علامہ کے نزدیک ایک مسلمان عورت کی تعلیم و تربیت میں دینی تعلیم اساس کا درجہ رکھتی ہے جس پر اس کے کردار کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ تہذیب جدید کے علوم و فنون جن کی طرف آج کل ہماری صنف نازک بھی نہایت سرعت سے راغب ہو رہی ہے، وہ دراصل اس کی امومت کے لیے موت کا پیغام ہیں اور جو عورت اس عظیم اور مقدس فریضہ امومت سے کتراتی ہے وہ زن نہیں رہتی، بلکہ نازن ہو جاتی ہے۔ مسئلہ نسواں کے حوالے سے اسلام کے نزدیک عورت کا جو مقام ہے وہی علامہ کی نظر میں ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''کھلے کھلے لفظوں میں اس امر کا اعتراف میں ضرور کروں گا کہ بعنوان آیۃ کریمہ "اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ" میں مرد اور عورت کی مساوات کا حامی نہیں ہو سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ قدرت نے ان دونوں کو جدا جدا خدمتیں تفویض کی ہیں اور ان کے فرائض جداگانہ کی انجام دہی خانوادہ انسانی کی صحت اور فلاح کے لیے لازم ہے۔''

علامہ اقبال عورت کے ان تمام حقوق کو تسلیم کرتے ہیں جو اسلام نے ان کے مخصوص دائرۂ عمل میں انہیں عطا کیے ہیں، اس لیے اسلام کا قانون وراثت اگر لڑکی کو لڑکے کی نسبت نصف حصے کا حق دار ٹھہراتا ہے تو علامہ اس قانون کو تسلیم کر کے فرماتے ہیں: ''اگر قانوناً مرد و زن کے حصوں میں مساوات قائم نہیں کی گئی تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے کہ لڑکی کا حصہ کسی کمتری کی بناء پر نصف مقرر نہیں کیا، بلکہ ان فوائد کے پیش نظر جو اسے معاشی اعتبار سے حاصل ہیں نصف حصہ دیا گیا۔ شریعت اسلامیہ کی رو سے لڑکی والدین کی طرف سے دیے گئے جہیز کی خود ہی مالک ہے اور وہ اس مہر کی بھی مالک ہے جسے اس کی مرضی سے مؤجل اور غیر مؤجل ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کی کفالت کی ذمہ داری بھی تاحین حیات خاوند پر ہے۔'' علامہ اقبال اسلام کے قانونِ ازدواج کی روشنی میں اس دور کے ازدواجی مسائل پر بھی بحث کرتے ہیں۔ زوجین کے عدم رضا کے باوجود انہیں عقد نکاح میں باندھ دیا جاتا، خاص کر لڑکی کی بے زبانی سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اس غیر اسلامی طرز عمل کے خلاف آواز اٹھائی اور تعلیم اسلامی کا احیاء اجتہادی رنگ میں کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''نارضامندی کی شادیاں مسلمانوں میں عام ہیں جس کی وجہ سے 11 فیصد اسلامی گھروں میں میاں بیوی کی آپس میں نہیں بنتی۔ ان حالات میں منگنی کا دستور نہایت مفید ہے''۔

دیگر ممالک اسلامیہ میں اکثر خواتین مغربی تہذیب کے زیر اثر رہ کر شرعی پردہ سے

بے نیاز ہیں۔ سرزمین ہند میں یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا جس پر اقبال نے اس مسئلہ کا حل یوں پیش کیا۔ مسلمان خواتین کے لیے عفت نگاہی اور خلوت پسندی کا دوسرا نام پردہ ہے۔ اقبال عورتوں کو اس حد سے نکلنے کا حق نہیں دیتے اور پردے کی ضرورت کے متعلق فرماتے ہیں:

ضمیر عصر حاضر بے نقاب است　　کشادش در نمود رنگ و آب ست
جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز　　کہ او بعد تجلی در حجاب است

ماں باپ کے روپ میں عورت ایک مجازی خالق ہے اور ہر خالق خلوت پسند ہوتا ہے۔ عورت کے فطری حق خالقیت کا تحفظ جلوت میں نہیں، خلوت میں ہے۔ اقبال نے خوب فرمایا ہے:ؔ

حفظ ہر نقش آفریں از خلوت است　　خاتم او را نگین از خلوت است

عورت اپنی جداگانہ صلاحیتوں سے اپنی خودی کی ترقی و تکمیل صرف پردے میں رہ کر کرسکتی ہے۔ اقبال اس امر کے بارے میں کہتے ہیں:ؔ

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے　　روشن ہے نگہ، آئینۂ دل ہے مکدّر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے　　ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے　　وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر
خلوت میں خودی ہوتی ہے خودگیر، ولیکن　　خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر

آج کے ظاہر پسند لوگ پردے کو طبقہ نسواں کی زبوں حالی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر عورت پردہ کے حصار سے باہر نکل آئے تو ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتی ہے، مگر علامہ اقبال اس خیالِ خام کے مخالف ہیں۔ آپ نے ایک دفعہ کالج کی چند لڑکیوں سے فرمایا: ''اگر عورتیں گھر کے اندر رہ کر محمد بن قاسم اور محمود غزنوی جیسی عظیم شخصیتیں پیدا کرسکتی ہیں تو آج پردہ ان کی زبوں حالی کا باعث کیوں کر ہوسکتا ہے۔'' علامہ اقبال کی نگاہ میں خاوند کو بیوی پر کسی قسم کا بے جا حق برتری حاصل نہیں، دونوں ایک دوسرے کی کمی پوری کرنے کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں، دونوں ایک دوسرے کا لباس ہیں، دونوں کے تعاون سے نسل انسانی کی بقاء محفوظ ہوتی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

مرد و زن وابستہ یک دیگر اند　　کائنات شوق را صورت گراند

جہاں تک نسل انسانی کی بقا اور تشکیل معاشرہ کے حوالے سے مرد و عورت کا تعلق ہے، دونوں ناگزیر ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے پر برتری نہیں۔ علامہ اقبال عورت پر مرد کی قوامیت کا پرچار کرتے

ہیں۔عورت کی نسوانیت مرد کی قوامیت کے زیر سایہ ہی تشکیل پذیر ہوتی ہے۔مرد ہی اس کے تحفظ کا ضامن ہے۔اقبال فرماتے ہیں: ؎

نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی　　نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا　　اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد
جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منت ِغیر　　غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپ ِغم کا یہی نکتہ شوق　　آتشیں، لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات　　گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود

مرد کی قوامیت کے حصار میں عورت نسل انسانی کی بہتر طور پر نشو ونما کر سکتی ہے۔علامہ کے نزدیک ملت اسلامیہ کی بقا اور استحکام کا دارومدار فرزندان اسلام پر ہے۔ماں کی آغوش بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ماں کی سیرت وتربیت سے بچے پر جو اثر پڑتا ہے، وہ اس کے مستقبل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔علامہ اقبال نے اپنی مختلف نظموں میں ان دخترانِ ملت کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے مثالی کردار میں آج کی بچیوں کے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ان میں سرفہرست حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس ہے۔فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کے سوز قراءت سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جری انسان کا دل پگھل گیا۔وہ عمر جو اپنی پھونکوں سے شمع رسالت کو بجھانے چلے تھے، چراغ رسالت کے پروانے بن گئے۔آج ہماری بیٹیاں اور بہنیں اپنے دین اور لافانی کتاب سے ایسی ہی پرخلوص محبت رکھیں تو یہ تیرہ وتارا اندھیارا چھٹ جائے۔شام کے اس دھندلکے میں سحر ہویدا ہو جائے۔

چنانچہ علامہ اپنے اچھوتے انداز میں دخترانِ ملت کو بھولا ہوا درس یاد دلاتے ہیں: ؎

ز شام ما بروں آور سحر را　　بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو می دانی کہ سوز قرائت تو　　دگرگوں کرد تقدیرِ عمرؓ را

علامہ کی نظر میں عورت کے مسئلے میں بھی مسلمانوں کو مغرب کی تقلید نہیں کرنا چاہیے، بلکہ قرآن و سنت کو مشعل راہ بنانا چاہیے اور اپنے معاشرے میں عورت کو بحیثیت ماں، بیٹی اور بیوی کے وہی مقام دینا چاہیے جو اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰے (ﷺ) است

عبد اللہ ابراھیم

(اس مضمون میں 18 ستمبر سے 22 اکتوبر 2024ء تک کے نمایاں واقعات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے)

1 پاکستان کی سیاسی صورتحال میں گھما گھمی

حکومت اور مقتدرہ کا بڑا گروہ لمحہ موجود تک ایک صفحے پر ہے جس سے بنیادی سیاسی استحکام ہے مگر اس میں مقتدرہ کے دوسرے گروہ سے کشاکش واضح دکھائی دے رہی ہے جو کہ ریٹائرڈ جنرل فیض حمید کی گرفتاری کے بعد کمزور تو ہوا ہے مگر ایک دہائی کے اثر ورسوخ کی وجہ سے کافی مزاحمت کر رہا ہے۔ گزشتہ ماہ پاکستان کی سیاسی حالات کے حوالے سے بڑا گھما گھمی کا رہا۔ تحریک انصاف کے احتجاج اور اسلام آباد میں عالمی نوعیت کی مصروفیات کے بعد حکومت کئی مہینوں سے جس پریشانی سے دوچار تھی اس کا حل بالآخر نکال لیا گیا اور اتوار 20 اکتوبر کو حکومت نے دونوں ایوانوں سے نئی آئینی ترامیم کو منظور کروا لیا اور پھر سوموار کی صبح صدر نے بھی اس پر دستخط کر دیے اور اس طرح 26 ویں آئینی ترمیم آئین کا حصہ بن گئی اور اس کے تحت حکومت نے کافی فوائد حاصل کر لیے اور اب چیف جسٹس کا تقرر، تقرری کی مدت، احتساب اور آئینی معاملات کے حوالے سے چیف جسٹس کے اختیارات بڑے محدود ہو گئے ہیں اور آئینی بینچ کے حوالے سے بھی چیف جسٹس کے اختیارات کو محدود کیا گیا ہے۔ چیف جسٹس کے تقرر کے حوالے سے ایک پارلیمانی کمیٹی ہوگی جو کہ تین سینئر ترین ججوں میں سے ایک کو منتخب کرے گی۔ 22 اکتوبر کو اس کمیٹی نے تیسرے سنیئر ترین جج جسٹس یحیٰی آفریدی کی سفارش کر دی ہے اور یہی حکومت اور مقتدرہ کی کوشش تھی اور صدر نے بھی

اس کی توثیق کر دی ہے۔ اگرچہ حکومت جو چاہ رہی تھی وہ مکمل تو حاصل نہیں کر سکی مگر مجموعی طور پر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب رہی۔ اگر ہم تجزیہ کریں تو اس ترمیم سے مولانا فضل الرحمٰن کا سیاسی قد کاٹھ مزید بڑھ گیا۔ اسی طرح بلاول بھٹو نے بھی اپنے تاثر کو بہتر کیا۔ نون لیگ کے لیے اسی حد تک کامیابی تھی کہ انہوں نے آنے والے خطرے کا حل نکال لیا۔ البتہ پی ٹی آئی والوں کی امیدیں ٹوٹ گئی اور مولانا فضل الرحمٰن نے اس موقع پر بڑے سیاسی تدبر کے ساتھ اپنی باتیں منوائیں اور اہم ترین ٹھہرتے رہے۔ ابھی چیف جسٹس کا تقرر تو ہو گیا ہے مگر جب تک وہ عہدہ سنبھال نہیں لیتے اُس وقت کچھ خدشات ہو سکتے ہیں مگر مجموعی طور پر حکومت نے اپنے مقاصد حاصل کر لیے اور حکومت یعنی مقتدرہ نے دو سینئر ترین جج جو کہ ان کے لیے خطرہ بن سکتے تھے ان کو غیر متعلق کر دیا ہے اور اس طرح سیاسی استحکام کا امکان اگلے دنوں میں بڑھ گیا ہے اور اس صورتحال میں لگتا ہے کہ پی ٹی آئی کو بھی اب مقتدرہ سے کچھ مصالحت کرنی پڑے گی یا پھر چیف آف آرمی سٹاف کی نومبر 2025ء میں ریٹائرمنٹ تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اس آئینی ترمیم کو پاس کروانے کے لیے پی ٹی آئی سے متعلقہ کچھ لوگوں کو توڑا گیا تاہم یہ احتیاطی تدابیر تھیں اور آخر میں پی ٹی آئی نے بائیکاٹ کر کے گنتی کو غیر متعلق کر دیا۔ اگرچہ جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے یہ درست نہیں ہے مگر پاکستان میں ایک لمبے عرصے سے ایسا ہی ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جب پرویز مشرف نے اس وقت کے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو معزول کیا تو وکلاء نے اس وقت کی خفیہ ایجنسیوں کے ایما پر ایک مہم چلائی اور جسٹس افتخار چودھری کو بحال کیا اور پرویز مشرف کو کمزور کیا اور پھر ملک میں عدلیہ ایک طاقتور ستون کی حیثیت سے آگے بڑھتی گئی افتخار چودھری نے عدلیہ میں ایکٹیوازم کو رواج دیا اور پھر آنے والے اکثر چیف جسٹس حضرات مقتدرہ کے اہم مہروں کے طور پر کام کرتے رہے جن میں ثاقب نثار اور بعد میں آنے والے سب نمایاں ہیں اب موجودہ مقتدرہ کے ساتھ قاضی فائض عیسیٰ کام کر رہے تھے اور مقتدرہ، حکومت اور چیف جسٹس نے ایک حل نکال لیا ہے۔ جو ہو رہا ہے اصولی طور پر وہ غلط ہے اور جو ماضی میں ہوا وہ بھی غلط ہے۔ اگر ہم ماضی کے ان فیصلوں کو جو ہمیں پسند آئے، درست کہیں اور اِس وقت جو فیصلے اُسی طریقے پر ہوئے ہیں ان کو غلط کہیں، تو ہم بھی کسی اصول پر نہیں ہیں بلکہ اپنی دل کی بات مان رہے ہیں۔ اصولی بات تو یہی ہوگی کہ جب اسٹیبلشمنٹ اور ججز پی ٹی آئی کی حمایت کر رہے تھے

اوران کے لیے اوران کی مرضی کی قانون سازی کروانے کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے تو وہ بھی بالکل غلط تھا اور جواب ہو رہا ہے وہ بھی غلط ہے۔ اب اس سے یہی فائدہ حاصل ہوگا کہ کچھ سیاسی استحکام جاری رہے گا۔ البتہ پی ٹی آئی کو کچھ مصالحت کرنا ہوگی اور اس کا چونکہ ووٹ بینک برقرار ہے تو کسی طریقے سے اگلے الیکشن تک ایک اسی جذبے کو قائم رکھنا ہوگا اور اگر انہوں نے زیادہ مصالحت کی تو ان کا ووٹ بینک ٹوٹ سکتا ہے کیونکہ معاشی حالات اب کچھ کنٹرول میں آ گئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اگلے دو تین سالوں میں مزید بہتر ہو جائیں۔ یہ سب عوامل کسی طویل مدتی استحکام کی علامت نہیں ہیں بلکہ مقتدرہ میں بھی دھڑے بندی کو ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال مناسب یہی لگتا ہے کہ موجودہ حکومت کو چلنے دینا چاہئے تا کہ ملک میں بدنظمی نہ پھیلے اور آگے کا سفر ہو سکے۔ ہمارا بطور ملک دائروں میں سفر اور مقتدرہ قوتوں کی اپنی ہٹ دھرمیاں کافی مایوس کن ہیں۔ بطور مسلمان ہمیں لوگوں کو دین کی دعوت اور توبہ کی پکار کو تیز تر کر دینا چاہئے۔

2 پاکستان کی معاشی صورتحال میں بہتری کا رجحان

پاکستان کی معاشی صورتحال میں ستمبر 2023ء سے نسبتاً کافی استحکام چل رہا ہے۔ ڈالر 278 روپے سے کم پر مستحکم ہے۔ درآمدات، برآمدات اور بیرون ملک پاکستانیوں کی ترسیلات سے مل کر گرفت میں دکھائی دیتی ہیں۔ ستمبر میں مہنگائی کی شرح 6.9 فیصد رپورٹ ہوئی ہے جو کہ بڑی بہتر ہے اور 44 ماہ کی کم ترین سطح پر ہے (2023-24 میں یہ شرح 23.4 تھی)۔ بنیادی شرح سود مزید 2 فیصد سے کم ہوئی ہے اور اب 17.5 فیصد پر ہے۔ پاکستان سٹاک ایکسچینج 86 ہزار کی بلند ترین سطح پر ہے۔ معاشی حالات کے حوالے سے ایک بڑا قدم موجودہ آئینی ترامیم میں سود کے خاتمے سے متعلق یکم جنوری 2028ء کی ایک حتمی تاریخ کا مقرر کیا جانا اور اس کا آئین کا حصہ بنایا جانا ہے۔ اگرچہ آئینی ترامیم کا مقصد کچھ اور تھا اور یہ نکتہ اس میں محض جے یو آئی کی درخواست پر شامل کر دیا گیا مگر یہ بڑا مبارک ہے کہ اب پاکستان کے آئین میں سود کے حوالے سے باقاعدہ ایک حتمی تاریخ درج ہوگئی ہے۔ دینی جماعتوں کو بھی اس مثبت قدم پر مولانا فضل الرحمٰن کی جماعت کو سراہنا چاہیے اور اس مثبت پہلو کے حوالے سے تعریف کی جانی چاہیے تا کہ ایک معیار کہ دینی جماعتیں اچھی بات کی تعریف اور بری بات پر تنقید کرتی ہیں وہ قائم رہے محض ذاتی غصے میں کہ

آئینی ترامیم ٹھیک نہیں ہوئیں اس اہم پہلو کو رد کرنا یا اس کی تعریف نہ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ ویسے پاکستان کے معاشی حالات میں کافی استحکام چل رہا ہے سوموار کے دن چونکہ سیاسی بے یقینی کا مسئلہ حل ہوتا نظر آیا تھا تو اب پاکستان کی سٹاک مارکیٹ 86، 500 کی بلند ترین سطح پر ہے اسی طرح موجودہ مہینے کی مہنگائی کی شرح کا اندازہ بھی چھ اور سات فیصد کے درمیان لگایا جارہا ہے جو کہ کافی بہتر ہے۔ ہماری معاشی صورتحال میں مثبت پہلو بھی ہیں ابھی بھی اگر مخلص لوگ میسر آجائیں اور ان کو 5-4 سال مل جائیں تو ملک کی کایا پلٹی جاسکتی ہے۔ اصل حل تو اسلامی معاشی نظام کا نفاذ ہے مگر موجودہ استحکام کا برقرار رہنا بھی ضروری ہے۔

3 حکومت پاکستان کی دعوت پر ڈاکٹر ذاکر نائیک کی پاکستان آمد

ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کا دورۂ پاکستان 30 ستمبر سے بخیر و خوبی جاری ہے اور کراچی اور لاہور میں بڑے اجتماعات کے بعد اکتوبر 19 اور 20 کو انہوں نے اسلام آباد میں جناح سٹیڈیم میں لیکچر دیے، جن میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ ان کے دورے کی مدت میں کچھ اضافہ ہوگیا ہے اور اب 25 اکتوبر کو ان کا فیصل آباد جانے کا بھی پروگرام ہے۔ مجموعی طور پر ان کا دورہ بڑا مثبت چل رہا ہے اور لوگ جوق در جوق ان کے پروگراموں میں شریک ہو رہے ہیں تاہم بعض جگہ محسوس ہوا کہ بہت زیادہ سوالات کی وجہ سے بعض اوقات وہ جھنجھلا گئے اور کچھ سخت جواب دیے۔ اگرچہ یہ بات ہو ہی جاتی ہے اور فطری ہے تاہم ایک داعی کی حیثیت سے اس حوالے سے تھوڑی سی کمی محسوس ہوئی۔

4 امریکہ میں صدارتی انتخابات اور سخت مقابلہ کی توقع

امریکی الیکشن کو اب 15 سے بھی کم دن باقی رہ گئے ہیں اور دونوں فریق ڈونلڈ ٹرمپ اور کملا ہیرس سخت کوشش کر رہے ہیں دونوں کی مقبولیت 47، 47 فیصد پر برابر ہے اور ایک سخت مقابلے کی توقع کی جارہی ہے۔ حماس کے لیڈر یحییٰ سنوار کی غزہ میں شہادت کے بعد امریکی قیادت ایک دفعہ پھر کوشش کر رہی ہے کہ اب کوئی جنگ بندی کا معاہدہ ہو جائے۔ یقیناً ڈیموکریٹس یہ چاہیں گے کہ الیکشن سے ایک دو دن یا کچھ دن پہلے اگر وہ جنگ بندی کا معاہدہ کروا لیتے ہیں تو ان کو اس الیکشن میں بڑی کامیابی مل سکتی ہے اور ناراض مسلم ووٹر دوبارہ ان کے قریب آسکتا ہے اور اب چونکہ یحییٰ سنوار کی شہادت کے بعد اسرائیل کا غصہ بھی شاید کچھ کم ہو تو ایک دفعہ ڈیموکریٹس

ایک آخری کوشش ضرور کرتے دکھائی دے رہے ہیں اور ان کے عہدے دار انتھونی بلنکن دوبارہ مشرق وسطیٰ کا دورہ کر رہے ہیں۔ صدارتی انتخابات میں چونکہ میڈیا زیادہ تر ڈیموکریٹس کے حق میں ہوتا ہے۔ مگر دوسری طرف ٹرمپ بھی اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں اور ایلن مسک بھی ان کی حمایت کر رہے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ معاملہ اب کس کروٹ بیٹھے گا بطور مسلمان دیکھیں تو اس سے کوئی زیادہ فرق پڑنے والا نہیں ہے۔

5 آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل جاوید ناصر کا انتقال

16 اکتوبر 2024ء کو پاکستان کے ریٹائرڈ جنرل جاوید ناصر کا انتقال ہو گیا۔ جنرل جاوید ناصر انجینئرنگ کورس سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے پاکستانی کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کی 14 مارچ 1992ء سے 13 مئی 1993ء تک بطور ڈی جی قیادت کی۔ جنرل جاوید ناصر مذہبی رجحان رکھتے تھے اور انہوں نے افغانستان میں اس وقت مجاہدین کے درمیان صلح کروانے کی بھی کوششیں کی اور ان کا نمایاں کارنامہ اس وقت یورپ میں ہونے والی مسلمانوں اور عیسائیوں کی لڑائی میں، جس میں بوسنیا اور سربیہ کے علاقے نمایاں تھے، مسلمانوں کو باقاعدہ ہتھیاروں کی فراہمی کے ذریعے فوجی مدد شامل تھی اور ان کی اس سپورٹ کی وجہ سے بوسنیا کے مسلمان یورپ میں رہنے کے باوجود اور غزہ جیسی نسل کشی سہنے کے باوجود سربیا سے مزاحمت کرنے میں کامیاب رہے۔ سربیہ نے وہاں بہت قتل عام کیا مگر پھر بھی مسلمان اپنی مزاحمت کو جاری رکھتے رہے۔ یہ جنرل جاوید ناصر کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ ویسے ان کا تعلق تبلیغی جماعت سے تھا مگر بوسنیا کے مسلمانوں کو یورپ میں ہتھیاروں کی فراہمی ایک ایسی بات ہے جو آج کے دور میں بھی ایک مثال ہے۔ ؎ اب کوچہ دلبر کا رہرو، رہزن بھی ہو تو بات بنے
پہرے سے عدو ٹلتے ہی نہیں اور رات برابر جاتی ہے

2011ء میں جب بوسنیا جنگ کے حوالے سے تحقیقات ہوئیں تو پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ جنرل جاوید ناصر کو اس کمیشن کے حوالے کیا جائے کیونکہ بوسنیا کی فوج کو اسلحہ فراہم کرنے کے حوالے سے ان کا نام آ رہا تھا مگر پاکستان نے انہیں حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور پھر پاکستان میں ہی یہ اپنی زندگی گزارتے رہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ایک بھی صاحب اختیار آدمی صحیح کوشش کرے تو وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔ جیسے ایک آئی ایس آئی کے سربراہ نے

یورپ میں ہونے والی لڑائی میں مسلمانوں کی مدد کی اور بالآخر وہاں ایک مسلمان اکثریتی ریاست قائم ہوگئی اس وقت ایک ایسا شخص موجود تھا جس نے یہ سب کیا اور غزہ میں یہی کمی ہے کہ ایک سال گزر گیا ہے مگر کوئی شخص یا گروہ ان کی مدد کرنے، ان کو ہتھیار فراہم کرنے اور ان کو سہارا دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ تو پہلے ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے یہ سب کچھ کیا اور اب صرف ہم جیسے لوگ ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ؎

یہ آپ ہم تو بوجھ ہیں زمین کا　　زمیں کا بوجھ اٹھانے والے کیا ہوئے

تو ہمیں اپنے اس عظیم محسن کے حوالے سے اور ان کے کارنامے کے حوالے سے ان کو نمایاں کرنا چاہیے اور اللہ کرے کہ موجودہ دور میں بھی مسلمان افواج میں کوئی ایسا شخص پیدا ہو جس سے اللہ تعالیٰ اس طرح کا کوئی کام لے لے

6 غزہ میں اسرائیلی جارحیت کا تسلسل اور جنگ کا پھیلاؤ

غزہ میں اسرائیلی جارحیت کو سال سے زائد ہو گیا ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ مفاہمتی قوتوں کی طرف سے جنگ بندی کی کوششیں ابھی تک بے سود ہیں۔ غزہ میں اب تک 42 ہزار سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں اور اس سے دوگنا تعداد (99 ہزار سے زائد) زخمیوں کی ہے اور 10 ہزار سے زائد لاپتہ ہیں۔ مسلمان بطور امت اور بحیثیت قوم کسی بھی کردار کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ غزہ کے لوگوں تک خوراک تک کی صحیح رسائی ممکن نہیں ہو پا رہی۔ اسرائیل نے پہلے اپنے ایجنسیوں کی رپورٹس کے بنیاد پر لبنان میں حزب اللہ پر حملے کیے اور پھر اس کے بعد حزب اللہ کے لیڈر حسن نصر اللہ کو ایک میزائل حملے میں شہید کر دیا اور اب لبنان میں زمینی اور فضائی حملے جاری ہیں۔ یکم اکتوبر کی رات کو ایران نے 100 یا اس سے بھی زائد بیلسٹک میزائل اسرائیل کی طرف فائر کیے۔ زیادہ تر میزائل اسرائیل اور امریکہ کی مشترکہ کوششوں سے روک لیے گئے مگر اکا دکا میزائل اسرائیل میں گرے ہوئے ہیں اور اس طرح لڑائی کا ایک اور پہلو اس میں شامل ہو گیا ہے۔ 16 اکتوبر کو نمایاں خبر حماس کے لیڈر یحیٰی سنوار کی شہادت کے طور پر سامنے آئی۔ شروع میں مختلف متضاد باتیں آتی رہیں کہ وہ کسی کیمپ میں چھپے ہوئے تھے اور وہاں بمباری میں ہلاک ہوئے مگر بعد میں جو بھی ویڈیوز سامنے آئیں، اس سے واضح ہو گیا کہ وہ آخر دم تک لڑنے والے لوگوں کے ساتھ تھے اور لڑتے لڑتے انہوں نے شہادت قبول کی۔ تو یہ بات مسلمانوں کے

لیے بڑی فخر کی ہے کہ جو لیڈر تھا وہ خود بھی لڑتے وقت موجود تھا اور آخر دم تک مزاحمت کرتا رہا۔ اللہ تعالی ان کا مقام آخرت میں بھی مزید بلند فرمائے۔

ع وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

ع جورُکے تو کوہ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے

اور ؎ اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

بہر حال ان معاملات میں اسرائیل کے کامیابی کا معاملہ کچھ زیادہ واضح ہوگیا ہے اگر چہ ابھی بھی مزاحمت جاری ہے اور اس شہادت کے بعد بھی القسام بر گیڈ نے اسرائیل کے کرنل کے عہدے کے شخص کو قتل کیا اور ان کے ٹینکوں کو بھی نشانہ بنایا مگر بہر حال لیڈر کا قتل اور شہادت ایک بہت بڑا دھچکا ہے۔ اسرائیل کے لبنان پر اور غزہ پر حملے اور بمباری اسی طرح جاری ہے اسی دوران حزب اللہ کی طرف سے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کے گھر پر ایک ڈرون حملہ کیا گیا مگر اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا چونکہ حماس کے کہیں سے بھی مدد آنے کے امکانات بہت محدود رہے ہیں تو ان کی مزاحمت کی صلاحیت کمزور پڑ رہی ہے مگر وہ ابھی بھی مزاحمت کر رہے ہیں۔ اسی دوران امریکہ نے از سر نو جنگ بندی کی کوشش کو شروع کی ہے اور یقیناً یہ الیکشن سے پہلے اپنی جماعت کی ساکھ کو بحال کرنے کی کوشش ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اس سے کیا نتیجہ بر آمد ہوتا ہے۔

اسرائیل نے ایران کے یکم اکتوبر کے حملے کے بعد ابھی تک جوابی حملے نہیں کیا اور بہر حال یہ متوقع ضرور ہے۔ صرف ایران، حزب اللہ اور یمنی حوثی ہی کھل کر غزہ کے لوگوں کی مدد کر رہے ہیں اور اس طرح ان لوگوں کو ایک اخلاقی برتری حاصل ہوگئی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بھی ایک دجل یا علاقائی سیاست ہو مگر فی الحال اس بات کو تسلیم نہ کرنا زیادتی ہوگا۔ اتنے مشکل حالات میں بھی اسلامی مزاحمتی قوتوں کا جہاد جاری رکھنا، غیر مشروط جنگ بندی سے انکار اور دستیاب وسائل کے ساتھ جمے رہنا اور اسرائیلی فوج کو نقصان پہنچاتے رہنا کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ تاہم یہ معجزہ مسلمان عوام اور خصوصاً حکمران طبقات کی بے حسی پر حجت بھی ہے۔ اللہ ہمیں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ جانی، مالی اور ہر طرح کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ صورتحال نہایت پریشان کن اور اگلی بڑی جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔

7 عالمی بساط پر ساہوکار کی تبدیلی اور متعلقہ ٹکراؤ کے آثار

دنیا میں عالمی غلبے کے لیے لڑائیاں (روس، یوکرائن، غزہ) اور تنازعات (شمالی کوریا، تائیوان) وغیرہ جاری ہیں اور دنیا واضح طور پر بائی پولر اور شطرنج کی بساط کی طرح دکھائی دے رہی ہے۔ سونے کی قیمت پھر بڑھ رہی ہے اور ایک ماہ میں 10 فیصد بڑھ چکی ہے اور اب تقریباً 2،737 ڈالر فی اونس پر ہے جو کہ غیر یقینی کی صورتحال کو ظاہر کرتی ہے۔ بنیادی مقابلہ معیشت کے میدان میں ہو رہا ہے۔ امریکہ اپنی بحری طاقت کو خطرناک حد تک مشرق وسطیٰ میں اکٹھا کر رہا ہے جس سے حالات کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے۔ 22 اکتوبر سے روس کے شہر کازان میں برکس ممالک کا اجلاس شروع ہو گیا ہے اور اس میں دنیا کے عالمی لیڈر شرکت کر رہے ہیں برکس کو 2006ء میں بنایا گیا تھا اور بنیادی مقصد اب آہستہ آہستہ دنیا کے معاشی معاملات کو ڈالر یعنی امریکہ کے کنٹرول سے آزاد کرنا بن گیا ہے۔ اس حوالے سے برکس کافی کوشش کر رہا ہے کہ عالمی ادائیگیوں کا نظام، ڈالر اور امریکی کنٹرول سے آزاد ہو جائے۔ اس حوالے سے چین اور روس اور بقیہ ممالک کافی کوششیں کر رہے ہیں۔ تاہم ان کو ابھی تک جزوی کامیابی ہی حاصل ہوئی ہے اور امریکہ بھی ان کا خوب مقابلہ کر رہا ہے۔ دنیا کی تجارت خاص طور پہ تیل کی تجارت چونکہ ڈالر سے منسلک ہے تو اس لیے امریکہ کی کرنسی کی اہمیت ابھی باقی ہے اور اسی طرح اکثر عرب ممالک نے اپنی کرنسی کو ڈالر کے ساتھ جوڑا ہوا ہے اور یہ ممالک بھی ڈالر کی مضبوطی کا باعث ہیں۔ تاہم اس وقت دنیا کے بڑے ممالک اپنے غیر ملکی زرمبادلہ کے ذخائر کو سونے سے تبدیل کر رہے ہیں جس کی وجہ سے امریکہ میں ڈالر واپس جا رہے ہیں اور سونے کی قیمت اوپر جا رہی ہے۔ اس لحاظ سے مزاحمت جاری ہے اور برکس اپنی کوششیں کر رہا ہے مگر جس طرح روس، شام میں اور دوسرے علاقوں میں امریکہ کو کامیاب ہونے سے روکتا رہا، کم از کم غزہ کے حوالے سے ایسی صورتحال نظر نہیں آ رہی اور امریکہ مکمل طور پر اسرائیل کی سپورٹ کر رہا ہے اور وہاں کوئی دوسرا ملک مدد کرنے سے قاصر ہے اور اس طرح امریکہ کو اس میدان میں بہرحال سبقت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ خاص طور پر امریکی الیکشن کے بعد جب دوبارہ طویل مدتی منصوبہ بندی کی جائے گی تو یہ شطرنج کیسے آگے چلتی ہے۔ الغرض ایک جہان نو کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔

مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

فرمودۂ اقبال

فقر — پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق (5)

19
مومناں را گفت آں سلطانِ دیںؐ
'مسجدِ مَن ایں ہمہ رُوے زمیں'

اس سلطانِ دین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں سے فرمایا: یہ تمام روئے زمین میری مسجد ہے

20
الاماں از گردشِ نُہ آسماں
مسجدِ مومن بدستِ دیگراں

نو آسمانوں کی گردش سے پناہ ہے! کہ مسلمانوں کی مسجد غیروں کے قبضے میں

21
سخت کوشد بندۂ پاکیزہ کیش
تا بگیرد مسجدِ مولاے خویش

پاک فطرت بندہ زبردست جدوجہد کرتا ہے تاکہ اپنے آقا کی مسجد غیروں کے قبضے سے چھڑا لے

22
اے کہ از ترکِ جہاں گوئی مگو
ترکِ ایں دَیرِ کُہن تسخیرِ او

تو ترکِ دنیا کی بات کر رہا ہے، ایسا نہ کہہ اس پرانے بت خانے کو ترک کرنا اس پر غلبہ پالینا ہے

23
راکبش بُودن ازو وارَستن است
از مقامِ آب و گِل برجَستن است

اس پر سوار ہو جانا گویا اس سے چھٹکارا پالینا ہے اور آب و گل کے مقام سے بلند تر جانا ہے

فرہنگ (الفاظ کے معانی)

مومناں: مومن کی جمع (فارسی میں جمع بنانے کے لیے واحد اسم کے آخر میں 'ان' لگایا جاتا ہے)۔ مَن: میرا، میری (واحد متکلم کی ضمیر)۔ کیش: عادت، مذہب۔ گوئی: تو کہتا ہے۔ مگو: تو نہ کہہ۔ دَیر: بت خانہ۔ کہن: پرانا۔ راکب + ش: اس پر سوار ہونے والا۔ بودن: ہونا۔ وارَستن: آزاد ہونا۔ برجَستن: کودنا، رہا ہونا۔

فارسی اشعار کی تشریح

19 سلطانِ دین حضرت محمد ﷺ نے تو چودہ صدیاں پہلے فرمایا کہ ساری زمین (کل روئے ارضی) میرے لیے مسجد (بنادی گئی) ہے۔ 1 اور مسجد تو صرف 'مسجد' اور خالق کائنات کی عبادت کے لیے ہی استعمال ہوسکتی ہے گویا کل روئے ارضی رب کی دھرتی ہے اور اس پر رب ہی کا نظام، جو کہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ ہے، جاری ہونا قرین انصاف بھی ہے ہمارا دینی فریضہ بھی۔

20 اے اللہ! تو امان میں رکھنا، افلاک کی گردش یعنی گزرتے ہوئے زمانے نے یہ حالات دکھائے ہیں کہ روئے ارضی جو اہل ایمان کی 'مسجد' تھی جہاں رب کا نظام ہونا چاہیے تھا وہ سب بحر و بر آج کافروں کی فرماں روائی میں ہیں اور ابلیسیت کا راج ہے آج کا مغرب بے دینی اور خدا بیزاری کے نتیجے میں جس جگہ کھڑا ہے وہاں انسانی اخلاق اور اقدار کی جگہ انسان دشمن اور اخلاق دشمن رویّوں نے لے لی ہے۔

21 ہر پاک سیرت و پاک فطرت انسان سخت محنت کرتا ہے کہ غیروں کے قبضے، ابلیسی نظام اور غیر اللہ کی حاکمیّت کے نظام سے کرۂ ارضی کو نجات دلا دے۔ اس لیے کہ انسان کے خداشناسی اور خدا کی بندگی کے لیے جس ماحول اور فضا کی ضرورت ہے وہ اس ابلیسی نظام اور حیوانیت کی تہذیب میں مفقود ہے۔

22 اے مسلمانوں کے رہنماؤ ___ پیرانِ کرام و صوفیائے کرام! فنا فی اللہ اور تارکِ دنیا ہونے کی بات مت کرو، ترکِ دنیا نہیں، قرآن مجید اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات 'تسخیرِ دنیا' کی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے بالقوہ ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے اس کو بالفعل مسخر کر کے دنیا کو دکھا دو۔ جیسے طارق بن زیاد نے جبرالٹر میں کہا تھا کہ 'ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست'۔

23 دنیا کا طالب اور غلام بن کر زندگی گزارنا اسلام کی تعلیمات نہیں اور دنیا سے علیحدہ ہو جانا مطلوب نہیں بلکہ اس مادی دنیا کی قوتوں کو مسخر کر کے اپنے مقصد اور نصب العین ___ دین کا غلبہ اور 'نظام خلافت کا قیام' کے لیے استعمال کرنا اور ذاتی منفعت نہ لینا ہی اللہ تعالیٰ کی منشا اور فقر کا تقاضا ہے اور جسمانی تقاضوں سے بلند ہو کر 'روح' کو سیراب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنا ہے۔ یہی رضائے الٰہی کا راستہ اور تقربِ الٰہی کی اعلیٰ ترین منزل ہے یعنی تقرب بالفرائض والی منزل۔ یہ مقام اسلام کی مغلوبیت کے دور میں اہل ایمان کے جذبوں اور اُمنگوں کی جولانیاں دکھانے کا میدان ہے۔

---

1 حدیث نبوی ﷺ: جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا
میرے لیے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور پاک کرنے والا بھی۔

Vol 18
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
NOVEMBER 2024
No 11

مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّور

اِنْ شَآءَ اللّٰہ

25 روزہ قرآن فہمی کورس

پھر سوئے حرم لے چل

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری وملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں۔

اس کورس میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا منتخب نصاب، تاریخ اسلام، بنیادی عربی گرائمر اور کلامِ اقبال پڑھایا جاتا ہے۔ یہ کورس قرآن اکیڈمی جھنگ میں وقتاً فوقتاً جز وقتی اور کل وقتی منعقد ہوتا ہے

جنوری 2025ء میں کل وقتی کورس منعقد ہو رہا ہے
جس میں ملک بھر کے تمام شہروں سے لوگ شریک ہو سکتے ہیں

اس کورس میں شرکاء کے لیے قیام وطعام کا انتظام بھی ہوگا

کورس کی تدریس اور کتب پر کوئی معاوضہ نہیں ہے

شرکت کے خواہشمند حضرات بذریعہ فون یا واٹس ایپ اپنا نام رجسٹر کروائیں

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ
047-7630861-63, 0336-6778561(WhatsApp), 0312-6898181